ماہنامہ
بچوں کے اسلامی و اخلاقی ادب کا ترجمان
مسلمان بچے
®
لاہور
پاکستان
204
www.musalmanbachay.com
صفر ۱۴۴۶/اگست 2024
دیر کیسی؟
پاکستان
کیا یہ ہمارا پاکستان ہے؟؟؟

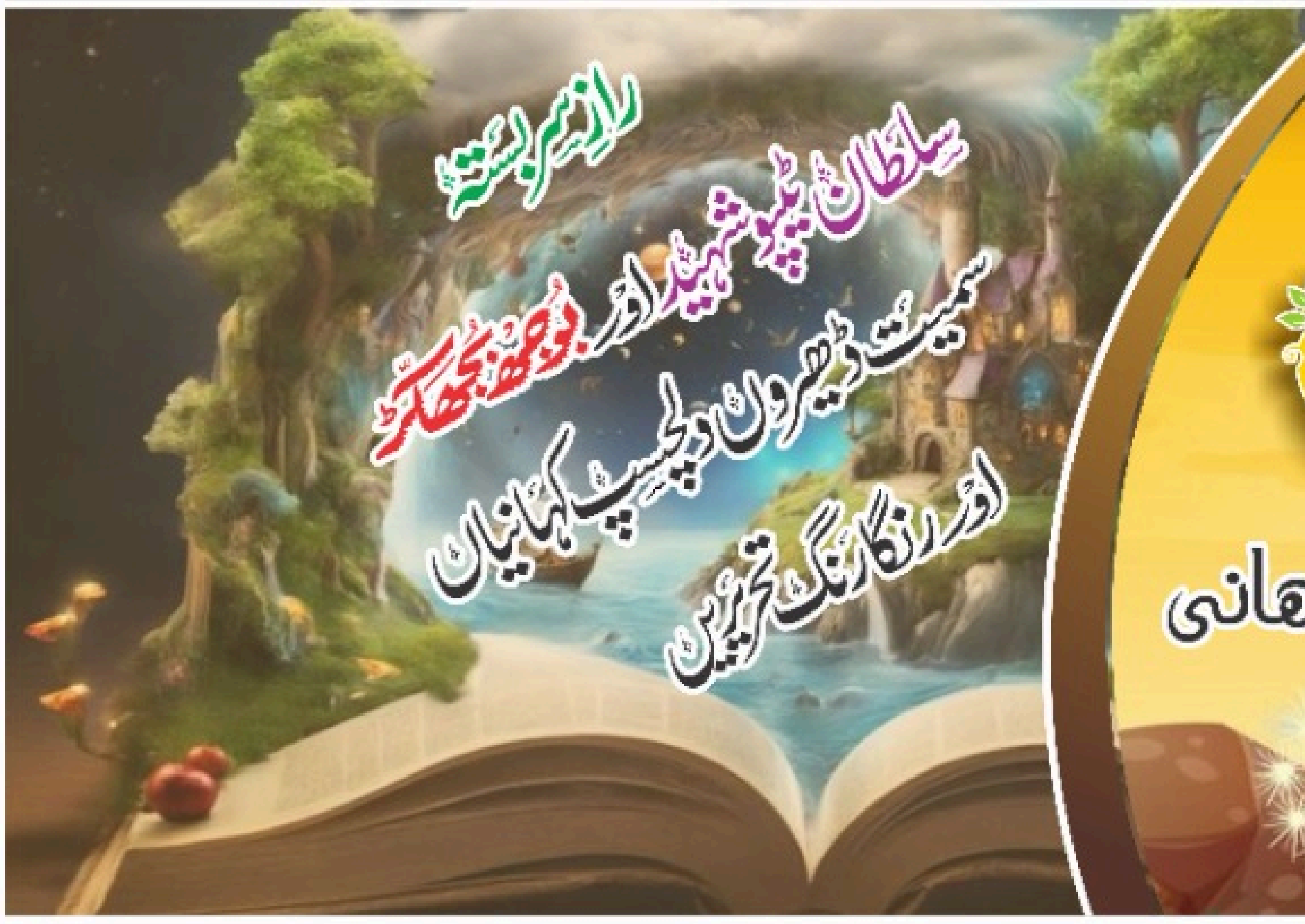
رازِ سربستہ
سلطان ٹیپو شہیدؒ اور بوجھ بجھکڑ
سمیت ڈھیروں دلچسپ کہانیاں
اور رنگا رنگ تحریریں

عجیب سوال
ایک دلچسپ کہانی

سب سے منفرد اور کثیر الاشاعت

ماہنامہ

مسلمان بچے

لاہور

پاکستان

بچوں کے اسلامی، اخلاقی، تعلیمی اور تربیتی ادب کا ترجمان

بچے تو سبھی ہیں بہت اچھے
مگر سب سے اچھے مسلمان بچے

صفر ۱۴۴۶ھ بمطابق اگست 2024ء

شمارہ: 2 جلد: 18

قیمت فی شمارہ: 70 روپے

سالانہ زرِ تعاون =/840 روپے

اپنی کہانیاں اور مضامین صرف اس پتے پر ارسال فرمائیں

پوسٹ بکس نمبر: 15 جی پی او، بہاولپور

ترسیلِ رقم اور حصولِ رسالہ کیلئے:

مکتبۃ ابنِ مبارک

37۔ حق سٹریٹ
اردو بازار۔ لاہور

موبائل: 0322-5140485

پبلشر محمد زاہد نے علی پریس لاہور سے چھپوا کر تقسیم کیا

اس شمارے میں

پاکستان	محمد مستقیم	10
عجیب سوال	ساجدہ بتول	13
انجام	محمد اسامہ	20
صفر اور توہم پرستی	جویریہ فاروقی	30
سرپرائز	رافعہ میمونہ	41
شہزادی آزادی	محمد فیصل علی	47
بچے کی غیرت وحمیت	دانیال حسن	49
ٹیپو سلطان شہیدؒ	عبدالحفیظ امیرپوری	54
اور اللہ خوب جانتا ہے	حبیب اللہ	60
قیمتی موتی	عمر بن عبداللہ	63
دریا میں دو ڑادیئے	حذیفہ عبدالباری	66
پاک لوگوں کی پاک جگہ	حفصہ حمیرا	71
حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ	ہمشیرہ محمد خالد	77
سوچ بدل ڈالو	حمیرا ارشد	83

اس کے علاوہ مستقل سلسلوں کے ساتھ ساتھ اور بہت کچھ۔۔۔۔

فرمان باری تعالیٰ

اور اگر حق ان کی خواہشوں کی پیروی کرتا تو ضرور آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہیں سب تباہ ہو جاتے بلکہ ہم تو ان کے پاس ان کی نصیحت لائے ہیں، سو وہ اپنی نصیحت سے منہ موڑنے والے ہیں۔ کیا تم ان سے کچھ اجرت مانگتے ہو؟ تو تمہارے رب کا اجر سب سے بہتر ہے اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔ (المومنون)

فرمان رسول اکرم ﷺ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک تاجر لوگوں کو قرض دیتا تھا، جب کسی کو تنگ دست پاتا تو اپنے نوجوانوں سے کہتا کہ اس کو معاف کر دو شاید کہ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو بھی معاف کر دے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی معاف کر دیا۔ (البخاری)

حمد باری تعالیٰ

دنیا کا حسن جچتا نہیں ہے نگاہ میں
جب سے میں آگئی ہوں تری جلوہ گاہ میں
اب وسوسے ہیں دل میں نہ خوفِ زیاں مجھے
میں آج خود ہوں رحمتِ عالم پناہ میں
اس کیفیت کو کر نہیں سکتی بیان میں
جو کیفیت ملی ہے تیری بارگاہ میں
یہ مرکزِ جمال ہے اللہ کا دیار
کتنی تجلیات ہیں حدِّ نگاہ میں
جب بھی جبیں جھکائی حدودِ مطاف میں
اک روشنی سی ابھری مری سجدہ گاہ میں
وہ دل ہو یا نظر ہو زمیں ہو کہ آسماں
شامل ہر ایک جہاں ہے تری بارگاہ میں
ہوتا ہے نیکیوں کا نزول ہر گھڑی یہاں
کتنی ہی نیکیاں ہیں تبسم کی راہ میں

نعت رسول مقبول ﷺ

اک حسین دلکش نظارہ ہیں محمد مصطفیٰ ﷺ
رب عالم کا وہ عطیہ ہیں محمد مصطفیٰ ﷺ
دہر میں انسانیت کی آپ ہی معراج ہیں
سب سے افضل سب سے اعلیٰ ہیں محمد مصطفیٰ ﷺ
آپ ہی خیر الوریٰ، بدر الدجیٰ، نور الہدیٰ
خالق کل کا اشارہ ہیں محمد مصطفیٰ ﷺ
خود قرآنِ پاک ان کی بولتی تفسیر ہے
کیا بتاؤں میں تمہیں کیا ہیں محمد مصطفیٰ ﷺ
سارے نبیوں کے حقیقت میں وہی ہیں پیشوا
رب عالم کا ہی منشا ہیں محمد مصطفیٰ ﷺ
کتنا پاکیزہ ہے رشتہ طالب و مطلوب کا
میری دنیا میری عقبیٰ ہیں محمد مصطفیٰ ﷺ
خود دلِ مضطر سے آتی ہے تبسم یہ صدا
بے نواؤں کا سہارا ہیں محمد مصطفیٰ ﷺ

ایک دُعا یاد کیجئے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِيْ بِنِعْمَتِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَات

ترجمہ: سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس کی نعمت سے اچھی
چیزیں مکمل ہوتی ہیں۔ (حصن حصین)

ایک حدیث یاد کیجئے

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ ﷺ: اَلتَّآئِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ
لَّا ذَنْبَ لَہٗ

ترجمہ: گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے، جس نے
گناہ کیا ہی نہ ہو۔

انتخاب: عبدالحفیظ

باکردار مومن کی شان

اس گلشن ہستی میں لوگو تم پھول بنو یا خار بنو
تم جو بھی ہو پر اتنا تو لازم ہے باکردار بنو
دنیا میں رستے دو ہی تو ہیں اک کفر کا اک اسلام کا
یا کفر لگا لو سینوں سے یا دین کے پہرے دار بنو

کیوں حیراں ہو دوراہے پر اک راہ پہ تم کو چلنا ہے
اسلام کا یا تو نام نہ لو یا جرأت کا معیار بنو
ذلت سے جہاں میں جی لو تم یا جامِ شہادت پی لو تم
یا بزدل ہو کے چھپ جاؤ یا ہمت کی تلوار بنو

اک سمت گروہ فرعونوں کا اک سمت خدا کے عاشق ہیں
تم حق والوں سے مل جاؤ یا باطل کے دلدار بنو
اک سمت روش بوجہل کی اک سمت نبی کا اُسوہ ہے
یا جھیلو آگ جہنم کی یا جنت کے حقدار بنو

یہ وقت نہیں ہے چھپنے کا اب اصلی روپ میں آجاؤ
تم دین کے پہرے دار بنو یا فرعونوں کے یار بنو
کیا ذوق تمہارا کہتا ہے؟ یہ فیصلہ اب تو ہو جائے
یا ساغر آبِ کوثر کے یا مغرب کے میخوار بنو

جو تم کو انورؔ بننا ہے آج اپنے دل سے عہد کرو
یا دے دو جان شریعت پر یا ملت کے غدار بنو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السلام علیکم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

اگر قیامت قائم ہو جائے اور تمہارے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا پودا ہو اور اتنی مہلت موجود ہو کہ اسے زمین میں گاڑ سکتے ہو تو بغیر یہ کام کئے مت اٹھو (مسند احمد)

اس حدیث مبارکہ میں دو باتوں کی تلقین ہے جو دونوں ہی ہمارے لئے بڑی اہم ہیں:

پہلی بات یہ ہے کہ مومن کو بیکار نہیں رہنا چاہیئے اور ہر وقت خیر کے کسی کام میں مشغول رہنا چاہئے۔

بے کاری انسان کی ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں کے لئے زہر قاتل ہے۔ مومن یا تو کسی ایسے کام میں خود کو مشغول رکھے جو عبادت کی قبیل سے ہو تا کہ اس کی آخرت کی تعمیر ہوتی ہے یا دنیا کے ایسے کام لگ جائے جو اس کے لئے یا دوسروں کے لئے مفید ہو اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے۔

مرتے دم تک جو کام کیا جا سکتا ہے اس سے دریغ نہ کیا جائے اور اپنی زندگی با مقصد مصروفیات میں کھپانے کی کوشش جاری رہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ اپنی دعاؤں میں جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگا کرتے تھے ان میں سے عجز اور کسل بھی شامل ہیں۔ عجز کے معنیٰ ہے بے کاری اور کسل کا معنیٰ ہے سستی۔ دونوں ایسی بُری عادات ہیں جن سے پناہ مانگنے کی تعلیم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے اور ہمیں دین دنیا کی بہترین، مفید اور کارآمد مصروفیات عطاء فرمائیں۔

دوسری تعلیم اس حدیث میں درخت لگانے کی ہے۔ یہ ایسا نیک عمل ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی ہر مخلوق کو فائدہ پہنچتا ہے۔ زمین، انسان، چرند، پرند، کیڑے، مکوڑے، غرضیکہ ہر نوع کی مخلوق اس سے مستفید ہوتی ہے اور درخت نہ ہونے سے ان سب کی زندگیوں پر برا اثر پڑتا ہے۔ موسموں کے حالات بر قرار نہیں رہتے۔ موسم اپنی فطری حالت سے بدل جاتے ہیں اور ان میں شدت آجاتی ہے۔ خوراک کے نظام میں توازن نہیں رہتا۔ پرندے ہجرت پر مجبور ہوتے ہیں اور مفید کیڑے مکوڑے ختم ہو جاتے ہیں جس

سے نظامِ فطرت کا بہاؤ متاثر ہوتا ہے۔ آندھیاں، سیلاب اور طوفان بے قابو ہو جاتے ہیں۔ سال بسال بڑھتی گرمی کی شدت، خوفناک تباہ کن سیلاب، معدوم ہوتی دل آویز آوازیں اور خوبصورت رنگ ہمیں روزانہ درختوں کی قلت سے پیدا ہونے والی تباہی کی تصویر دکھا رہے ہیں لیکن انسان خوابِ غفلت سے بیدار ہونے کو تیار نہیں۔ پتا نہیں بیداری کے لئے مزید کتنی تباہی درکار ہوگی۔

اس لئے درخت لگائیے، جس قدر ممکن ہو درخت لگائیے۔ جہاں جہاں گنجائش ہو درخت لگائیے۔ دنیا میں اس سے کوئی بڑی تبدیلی نہ بھی آسکی تو کوئی حرج نہیں اپنا فرض تو ادا ہو جائے گا۔ ہمارے لئے تو اس کام کے لئے بس یہی دلیل کافی ہے کہ ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس کا حکم دیا اور اسکی ترغیب ارشاد فرمائی:

”جس انسان نے بھی درخت لگایا یا کھیتی اگائی پھر اس میں سے کسی انسان یا جانور نے کچھ کھا لیا تو یہ درخت لگانے والے کی طرف سے صدقہ ہوگا (بخاری)

صدقہ کی نیت سے، اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو سایہ، خوراک اور رہائش فراہم کرنے کی نیت سے، اللہ تعالیٰ کی زمین کو راحت دینے کی نیت سے اور مخلوقِ خدا کی نفع رسانی کے لئے درخت لگائیے۔ دنیا میں بھی نفع ہوگا اور آخرت بھی بنے گی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو!!

والسلام

آپ کا بھائی جان

ابو اسامہ

محمد مستقیم

پاکستان

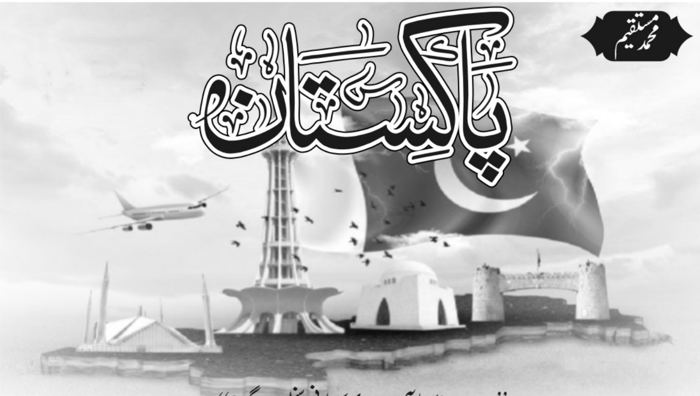

”دوست! کیا آپ میری کہانی سنیں گے؟“

”بالکل، میرا تو کام ہی یہی ہے، مطلب کہانی سننا اور آگے سنانا۔“

”واہ پھر تو مزا آگیا“

”آپ کہانی شروع کریں، پھر دیکھتے ہیں کہ مزا آتا ہے کہ نہیں“

”ہاہاہاہا، یہ بھی خوب کہا، تو پھر دل تھام لو، کہانی کچھ یوں ہے کہ میں محکمہ اراضی میں کام کرتا ہوں۔ میں اس محکمہ کے سب سے بڑے ”صاحب“ کا سیکرٹری ہوں۔ صاحب کا نام تو ساگر سرگانی ہے لیکن صاحب کو لوگ اے۔سی اور تحصیل دار بھی کہتے ہیں لیکن صاحب والا نام زیادہ چلتا ہے۔ لوگ اراضی کی خرید و فروخت کرتے ہیں تو یہ سب معاملات صاحب کے ایک سائن کے محتاج ہوتے ہیں۔ لوگ سارا سارا دن صاحب کے ایک سائن کی خاطر مارے مارے پھرتے ہیں۔ صاحب بھی اپنے سائن کی خوب قیمت وصول کرتا ہے۔ امید ہے تم سمجھ گئے ہوگے دوست؟“

”بالکل سمجھ گیا۔“

”اچھا تو ایک دن صاحب نے مجھے بلایا اور کہا: ”ساجد! تمہیں یاد تو ہوگا لیکن پھر بھی میں دوبارہ یاد دہانی کرا رہا ہوں۔ یوم آزادی میں دوبارہ یاد دہانی کرا رہا ہوں۔ یوم آزادی قریب ہے اور تم جانتے ہو کہ میں یہ دن نہایت جوش و خروش سے مناتا ہوں۔ لہٰذا اس کے لیے ہمیشہ کی طرح انتظامات تم کروگے۔ اچھے اچھے پینا فلیکس بنواؤ، ایک اچھا سا ہال بک کروالو اور ہاں

دعوت ناموں کی لسٹ تمہیں واٹس ایپ کر رہا ہوں، دعوت نامے بھی بھیج دو۔"

"یس سر، میں یہ کرلوں گا۔" میں نے کمال فرماں برداری سے کہا اور جانے کے لیے اجازت طلب نگاہوں سے ان کو دیکھا

"اچھا سنو! ابھی ایک آدمی آئے گا، وہ نعیم صاحب کا ریفرنس دے گا، اس کے پاس پچاس فائلیں ہوں گی، تم اس سے مکمل وصولی کر کے میرے پاس بھیج دینا اور ہاں رعایت بالکل نہیں کرنی، ایک فائل کے ہزار روپے، نہ کم نہ زیادہ، انہی پیسوں سے ہم نے یوم آزادی کی تقریب کے اخراجات پورے کرنے ہیں۔"

صاحب نے ہدایات دیں اور میں سوچوں میں گم واپس اپنی کرسی پہ آبیٹھا اور پھر میرے خیالات نے مجھے بہت دور لا پھینکا۔ میں صدیوں پہلے کے زمانے میں جا پہنچا تھا۔

"اوہ، ٹائم ٹریولنگ!! واؤ!"

"ہاں لیکن یہ صرف خیالات کی ٹریولنگ تھی، میں صدیوں پہلے کے ایک خوب صورت منظر میں کھو چکا تھا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے، ان کے سامنے ایک صحابی موجود تھے، حذیفہ رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں دو باتیں بتائی تھیں، ان میں سے ایک تو دیکھ چکا ہوں جبکہ دوسری کا انتظار ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: "ایمان کی امانت لوگوں کے دلوں کی جڑوں میں اُتری، پھر قرآن اُترا اور لوگوں نے قرآن اور سنت سے بہت کچھ سیکھ لیا" دوسری بات ایمان کے اُٹھ جانے کے متعلق تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمائی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا: "ایک وقت آئے گا کہ لوگوں کے دل ایمان سے خالی ہو جائیں گے، آدمی سو کر اُٹھے گا تو اس کے دل سے ایمان کی امانت رخصت ہو چکی ہوگی اور اس کا معمولی سا نشان رہ جائے گا۔"

"بات سنیے!"

اچانک کہے جانے والے اس فقرے نے میرے خیالات کو واپس صاحب کے آفس میں لا پھینکا۔

"جاگتی آنکھوں سے خواب، واہ بھئی واہ پہلے سنا تھا آج دیکھ بھی لیا۔"

نووارد نے خوش طبعی کرتے ہوئے کہا اور میں مسکرا کر رہ گیا، اس نے بغل میں فائلیں دابی ہوئی تھیں اور یہ یقیناً نعیم صاحب کا آدمی تھا۔

"نعیم صاحب؟"

میں نے سوالیہ لہجے میں پوچھا

"جی ہاں۔۔ یہ لیں"

اس نے ایک لفافہ میری طرف بڑھایا اور میں نے اسے میز کے نیچے کرتے ہوئے گننا شروع کر دیا، تھوڑی دیر بعد میں اسے صاحب کے آفس میں لیے جا رہا تھا۔ ادھر میری جیب میں پڑے نوٹوں پہ بنی قائد کی تصویر اس بد دیانتی پہ زار

زار رو رہی تھی۔

☆☆☆

"حاضرین محفل! الحمدللہ آج ہم ایک بار پھر یوم آزادی منا رہے ہیں، اس موقع پر میں عزت مآب ساگر سرگانی صاحب کا نہایت شکرگزار ہوں کہ وہ ہر سال وطن سے محبت کا ثبوت دیتے ہوئے اتنی پروقار تقریب کا اہتمام کرتے ہیں، یقیناً یہ ملک انہی جیسے مخلص اور محب وطن لوگوں کی وجہ سے قائم و دائم ہے۔"

اس بات پہ تڑاتڑ تالیاں بجیں، ادھر میرا تخیل پھر تڑپ اٹھا تھا۔ اچانک ہال میں جھماکہ سا ہوا، سبھی لوگ حیران سے دکھائی دیے، اسٹیج کے پیچھے سجے جہازی سائز بینر پہ لگی قائد، اقبال اور لیاقت علی خان کی تصاویر بول رہی تھیں اور پھر وہ تینوں تصاویر سے نکل کر اسٹیج پہ آ پہنچے۔ انہیں آتا دیکھ کر سبھی لوگ ایک کونے میں سمٹ گئے، ان سب کے سر یوں جھکے ہوئے تھے جیسے ٹیچر نے شور مچاتے بچوں کو پکڑ لیا ہو اور اب انہیں سزا کا خوف ہو۔ قائد ڈائس پہ پہنچے، ہال پہ ایک طائرانہ نظر ڈالی اور کہا:

"تم سب میرے بچے ہو عزیزو! سنو! صرف آزادی کا دن منانے سے آزادی کی تکمیل نہیں ہو سکتی، صرف جسم اور زمینی ٹکڑا حاصل کر لینا آزادی نہیں، آزادی تو یہ ہے کہ آپ اپنی روح پہ اپنی تہذیب، اپنا تمدن، اپنا مذہب نافذ کریں نہ کہ اسے شیطان کے حوالے کر دیں۔ اس سرزمین پہ پاکستان کی بنیاد رکھنے سے پہلے ہم نے اپنے دلوں میں پاکستان کی بنیاد رکھی تھی لیکن مجھے آپ میں سے کسی کے دل میں پاکستان نظر نہیں آرہا، بالکل نہیں، آپ کے دلوں میں پاکستان کب بنے گا؟"

یہ کہتے ہوئے قائد رو پڑے، ادھر اقبال یہ شعر پڑھنے لگے تھے:

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن، اپنا تو بن

اس کے بعد ان قائدین نے اپنے چہرے آستینوں میں چھپا لیے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر سبھی زاروقطار رونے لگے تھے۔ ایسے میں میرے ساتھ بیٹھے آدمی کی کہنی مجھے لگی اور میں چونک سا گیا، اسٹیج پہ جھماکہ سا ہوا اور قائد اقبال اور لیاقت علی خان سب کچھ غائب ہو گیا تھا، میں نے اردگرد دیکھا تو میرے علاوہ سبھی لوگ زوروشور سے تالیاں بجانے میں مگن تھے جب کہ میرے رخسار آنسوؤں سے تر تھے۔ بس یہ ہے میری کہانی!"

"ٹھیک ہے کہانی لکھ لی ہے۔"

قلم نے میرے تخیل کو جواب دیا اور یوں قلم اور تخیل کی یہ ملاقات ختم ہوئی۔ میں نے ایک نظر کاغذ پہ لکھے الفاظ پہ ڈالی، وہ سب بری طرح چیخ و پکار کر رہے تھے جب کہ میں ساکت و صامت بیٹھا تھا، میری آنکھیں جل رہی تھیں اور آنسو جیسے حلق میں پھنس کر رہ گئے تھے۔

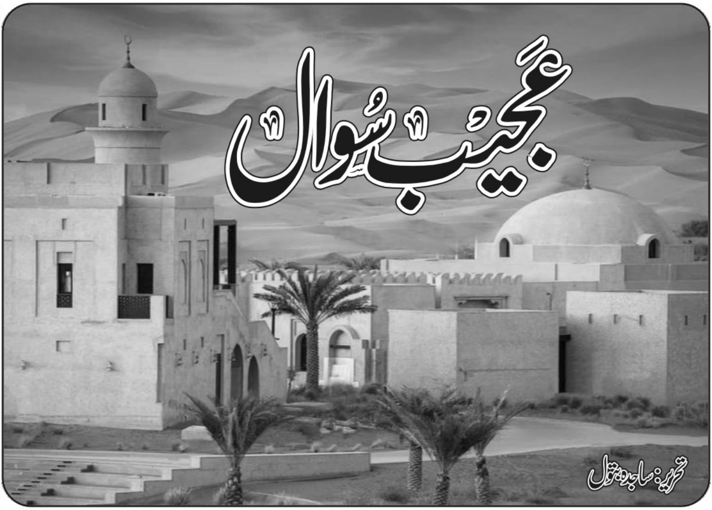

عجیب سوال

تحریر: ساجدہ بتول

"ہمارے سوال کا جواب دیا جائے" بادشاہ سلامت چلائے تو دربار میں موجود ہر شخص سہم گیا

"حضور! میرے پاس ایک تجویز ہے" خاص وقار بولا

"بتاؤ" بادشاہ سلامت نے وقار سے پوچھا

"حضور! جیسا کہ آپ کے وزیر باتدبیر حاکم خان سفر پہ گئے ہوئے تھے، ان کو آپ کے اس سوال کا علم نہیں ہو سکا، مگر آج وہ سفر سے لوٹ چکے ہیں۔ اب جبکہ دربار میں سے کوئی بھی اس سوال کا جواب نہیں دے سکا، آپ محترم حاکم خان کو بلوا کر ان سے اس سوال کا جواب معلوم کیجیے۔ اُمید ہے وہ ضرور جواب دیں گے۔

"خوب ۔۔۔ بہت خوب" بادشاہ سلامت مسکرائے

"حاکم خان کو طلب کیا جائے"

جلد ہی حاکم خان آ پہنچا۔

"حاکم خان! ہمارے ایک سوال کا جواب دو، اگر تم نے جواب دے دیا تو ہم اپنے پھلوں والے دس باغ تمہارے نام کر دیں گے"

حاکم خان کے چہرے پہ لالچ پھیل گیا۔ وہ لگا سر دھننے اور دماغ بننے۔

دماغ کا بننا اس لیے ضروری لگا کہ وہ بھی وزیر باتدبیر تھا، سمجھ گیا کہ اور کوئی بھی اس سوال کا جواب نہیں دے سکا تب ہی دس باغوں کی قربانی طے ہوئی ہے۔ جب کوئی اور جواب نہیں دے سکا تو اس کا مطلب ہے سوال ذرا مشکل ہے لہٰذا اس کے پاس جتنا دماغ موجود ہے وہ ناکافی ہوگا۔

وقار سمیت باقی سب جی ہی جی میں ہاتھ ملنے

لگے۔ وقار کے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ اس کا مشورہ حاکم خان کو اس قدر مالدار بھی کر سکتا تھا، ورنہ وہی کچھ ہاتھ پیر مار کر جواب معلوم کر لیتا۔

مگر بادشاہ سلامت کو بھی دس باغ دینے کا فیصلہ مجبوری میں کرنا پڑا ورنہ کہانی کیسے آگے چلتی۔ تو بھئی کہانی آگے چلانے کے لیے کہانی میں بادشاہ سلامت کو دس باغ تو دینا پڑیں گے۔ اب دس باغوں کی کتھا شروع کرنے کے لیے کہانی میں جواب پہلے کوئی بھی نہیں دے سکتا، لہٰذا قارئین! سن لیجیے بادشاہ سلامت کو پہلے جواب کسی نے بھی نہیں دیا تھا اور یہ بات جھوٹ بھی نہیں ہے۔ قارئین! ہم شرط لگا کر کہتے ہیں بادشاہ سلامت کو اور کوئی بھی جواب نہیں دے سکا تھا۔ یقین نہیں آتا تو اوپر کی سطور دوبارہ پڑھ لیں۔ یہی لکھا ہوا ہے۔

دربار میں موجود تمام درباری اور وزیر و مشیر چہ میگوئیاں کرنے لگے

"یہ دس باغ لے اڑے گا"

وہ بھی جانتے تھے حاکم خان ذہین ہے۔ مگر کیا کیا جائے کہ حاکم خان خود کو ذہین نہیں مانتا کیونکہ خود کو ذہین کہہ کر ذہین ہونے کی قیمت دینا پڑتی ہے اور پھر اگر ذہین ثابت نہ ہو پائے تو بے عزتی الگ۔ اس لیے ذہین لوگ خود کو ذہین نہیں کہتے۔

"جج۔۔۔جج۔۔۔جی حضور! آپ اپنا سوال پوچھیے!" حاکم خان خوشی سے کانپتے ہوئے بولا

"یہ آج سے ایک ہفتہ پہلے کی بات ہے، جب پڑوسی ملک کے بادشاہ سلامت سفر کر کے ہمارے ملک آئے اور ہمارے مہمان ہوئے۔ وہ اس وقت تھکے ہوئے تھے۔ ان کو کھانا کھانے اور آرام کرنے کا وقت دیا گیا۔

اگلے روز ناشتے کے بعد ہماری ان کے ساتھ محفل جمی، تو ہم نے ان سے پوچھا:

آپ کو ہمارا محل کیسا لگا؟ اور یہاں پہ اب تک کیا مصروفیت رہی؟

انہوں نے نہایت عجیب جواب دیا۔ ان کے الفاظ یہ تھے:

"آج کی مصروفیت یہ رہی کہ ہم جب نیند سے بیدار ہوئے تو ایک بہت نرم آواز سنی، پھر ہم نے اُٹھ کر ایک نرم چیز کے ذریعے ایک انتہائی نرم چیز حاصل کی اور کچھ دیر بعد ہم ایک نرم دل والوں کی قدر کرنے والے کے سامنے پہنچے۔ اس کے بعد ہم نے ایک نرم قسم کے دل سے اپنے دل کو سکون پہنچایا۔"

وزیر باتدبیر! ہمیں ان الفاظ کی خاک سمجھ نہ آئی تھی مگر ہم نے مناسب نہ جانا کہ ان الفاظ کا مطلب ان سے پوچھیں، اب جبکہ پڑوسی ملک کے بادشاہ واپس جا چکے ہیں، ہم نے اپنے تمام وزیروں، مشیروں، خادموں اور درباریوں سے اس بات کا مطلب پوچھ لیا ہے، مگر کوئی بھی

ہمارے سوال کا جواب نہیں دے سکا۔ اب دس باغ چاہتے ہو تو سوال کا جواب معلوم کرو۔ ورنہ ہمیں اپنی ملکیت کی رقم سے دس باغ خرید دینا“

”ہائیں!!!“ کئی مونہوں سے ایک ساتھ نکلا لیکن دبی زبان میں۔ بھئی سامنے بادشاہ سلامت تھے۔

”جی حضور! آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔“ حاکم خان کانپتے ہوئے بولا۔ اب کی بار وہ خوف سے کانپا تھا۔ یقین نہیں آتا تو یہ سطور دوبارہ پڑھ لیں۔ یہی لکھا ہوا ہے۔

کچھ دیر بعد وہ اپنے گھر پہنچا تو اس کے چہرے پہ آدھی خوشی آدھا غم دیکھ کر اس کی بیٹی چونک گئی۔

”ابا جان! خیریت تو ہے ناں؟؟“

جواب میں حاکم خان نے تمام قصہ کہہ سنایا۔

”بس! اتنی سی بات!!“ جویریہ مسکرائی

”گویا تم جواب دے سکتی ہو!“ حاکم خان کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔

”جی ہاں ابا جان! غور کیجیے۔۔۔ ایک مسلمان جب صبح سویرے جاگتا ہے، وہ سب سے پہلے کیا کام کرتا ہے؟“

”ظاہر ہے۔۔۔ نماز ادا کرتا ہے۔“ حاکم خان حیران حیران سا بولا

”جی نہیں، وہ پہلے وضو کرتا ہے۔“

”تو اس سے کیا ہوا؟؟“ حاکم خان کی سمجھ میں ابھی بھی کچھ نہیں آیا تھا۔

”خیر! آپ پہلے یہ بتائیے، بادشاہ سلامت نے اس سوال جواب کے لیے دس دس باغوں کی شرطیں کیوں لگائی ہیں؟“

”اس لیے کہ ان کو سوال کا جواب نہیں مل سکا۔“ حاکم خان بولا

”جی نہیں۔۔ وہ شرائط لگا کر ہر صورت میں جواب اس لیے معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ان کو حسد ہو گیا ہے کہ ان کے محل میں وہ کون ہے نرم دل والوں کی قدر کرنے والا، جس کو بادشاہ سلامت پر فوقیت دے کر پہلے اس سے ملاقات کی گئی؟ اور پھر اس کی تعریف بھی ان الفاظ میں کی گئی“

”بیٹی! تم بہت ذہین ہو۔“ حاکم خان نے کانپتے ہوئے جویریہ کے سر پہ ہاتھ رکھا۔ اس بار وہ سردی سے کانپا تھا کیونکہ کہانی کا یہ حصہ ہم سردی میں لکھ رہے ہیں۔

”اب ان الفاظ کا مطلب سنیے“ جویریہ بولی

”پڑوسی ملک کے بادشاہ سلامت نے بیدار ہونے کے بعد جو بہت نرم آواز سنی، وہ اذان کی آواز تھی۔ وہ نرم چیز جس کے ذریعے نرم چیز حاصل کی، انسانی ہاتھ ہے، یعنی بادشاہ سلامت کا ہاتھ۔ جو انتہائی نرم چیز حاصل کی، وہ پانی تھا، جس سے انہوں نے وضو کیا۔ نرم دل والوں کی قدر کرنے والے سے مراد اللہ تعالیٰ ہیں جن کے سامنے وہ بادشاہ سلامت گئے، یعنی انہوں نے نماز ادا کی۔

اور وہ نرم قسم کا دل جس سے انہوں نے اپنے دل کو سکون پہنچایا، وہ تھی سورہ یٰسین یعنی قرآن پاک کا دل۔"

حاکم خان کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔ خوشی کے مارے اس نے بیٹی کا ماتھا چوم لیا، جس کی ذہانت نے آج اس کے دس باغ بچا لیے تھے اور دس باغ نئے بھی دلا دیئے تھے۔

کچھ دیر بعد وہ بادشاہ سلامت کے سوال کا جواب دینے کے لیے ان کے محل کی جانب رواں دواں تھا۔ دس عدد باغ ہتھیانے کے لیے۔ ہاں جی اور کیا!!!

☆☆☆

رسول اللہ ﷺ کا خلق عظیم

آپ ﷺ نے انفرادی اور اجتماعی اخلاق میں وہ انقلاب پیدا فرمایا کہ دیکھنے والے حیران رہ گئے۔ حضور اکرم ﷺ کی تعلیم کا نتیجہ تاریخ نے دیکھا کہ آقا پیدل چل رہے ہیں اور غلام سوار ہے۔ آپ ﷺ کے دم سے گویا اخلاق اور صفات کو سند عطاء ہوئی، آپ ﷺ کے اخلاق کی یہ تاثیر ہے کہ آپ ﷺ جب ارشاد فرماتے تو سامعین سر جھکا کر اور خاموش ہو کر یوں سنتے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں، آپ ﷺ کا حسن اخلاق یہ ہے کہ آپ ﷺ نے جس کو دفعتاً دیکھا وہ مرعوب ہو گیا۔ جو آپ ﷺ سے آشنا ہوا وہ محبت اور ادب کرنے لگ گیا، آپ ﷺ نے اخلاق کو تکمیل کا درجہ دیا کہ ایک طرف تو اللہ اور اللہ تعالیٰ کے فرشتے اور دوسری طرف آپ ﷺ کے جانثار آپ ﷺ کی خدمت میں آج تک درود و سلام اور نعت کا ہدیہ پیش کرتے آ رہے ہیں۔

آپ ﷺ کی ذات اقدس میں جہاں اللہ تعالی نے انسانیت کی تکمیل فرمائی، نبوت کی تکمیل فرمائی، وہاں اخلاق جلیلہ کی تکمیل بھی فرما دی۔ آپ ﷺ محافظ اخلاق ہیں، مظہر اخلاق ہیں، منبع اخلاق ہیں، مجسم اخلاق ہیں، بلکہ مکمل اخلاق ہیں۔

آپ ﷺ کی اخلاقی خصلتوں کا بیان دراصل آپ ﷺ کی پوری سیرت کا بیان ہے اخلاق کی جزئیات میں آپ کے ہاں استقامت عمل ہے، حسن سلوک ہے، حسن معاملہ ہے، عدل و انصاف ہے، جود و عزم و استقلال ہے، شجاعت ہے، صداقت ہے، امانت ہے، ایفائے عہد ہے، مزید تقوی ہے اور قناعت ہے، عفو و رحم ہے، کفار اور مشرکین سے حسن سلوک ہے، غریبوں کے ساتھ محبت ہے، حیوانات اور پرندوں پر رحم ہے، رحمت و محبت عام ہے، عبادات ہے، اولاد سے محبت ہے غرضیکہ

حَسُنَتْ جَمِيْعُ خِصَالِهٖ

مراسلہ: صالحہ صدیق

اصلِ زندگی

رابعہ طاہر

صحرا کی گرم تپتی ریت پر چلتے ہوئے اسے پتہ نہیں کتنا وقت گزر چکا تھا، گرم ہوا کے تھپیڑے اس کے جسم کو جھلسائے جا رہے تھے۔

تاحد نگاہ ریت ہی ریت، اسے اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہوا۔ پانی کی طلب نے اسے بے حال کر دیا۔

پچھلے دو گھنٹے سے پانی کی تلاش میں کبھی اس طرف تو کبھی اس طرف وہ مسلسل بھٹک رہا تھا۔

اسے اپنی بے وقوفی پہ شدت سے غصہ آیا مگر وہ صرف پچھتانے کے اب کچھ نہیں کرسکتا تھا۔

بابا کے بار بار کہنے پہ بھی وہ نواز کو اپنے ساتھ لے کر نہیں آیا تھا، اور نہ ہی اس نے صبح ہونے کا انتظار کیا تھا۔ وہ فوراً ہی کالج سے گاؤں جانے کے لیے نکل آیا تھا۔

نواز کو دو دن سے بخار تھا اسے ساتھ لے جانا، اسے مناسب نہ لگا۔ بابا کی تاکید کو وہ پس پشت ڈالتے ہوئے جب اس مختصر راستے کا انتخاب کر چکا تھا تب اسے خود پہ غصہ آیا۔ وہ پہلے کبھی اس راستے پر نہیں آیا تھا۔ بلکہ اکثر نواز ہی گاڑی ڈرائیو کرتا تھا۔ اس نے تو کبھی آتے جاتے ان راستوں کو غور سے دیکھا ہی نہیں تھا۔ وہ دیکھتا بھی کیسے؟ اس کے بابا نے اسے ایک شاہانہ زندگی دی ہوئی تھی۔

صحرا میں دن ڈھلنے سے پہلے تک کا سفر تو اس نے جیسے تیسے کیا۔

شام گہری ہو رہی تھی چاروں جانب اندھیرے کا راج ہو رہا تھا۔اس نے بے بسی سے اپنے اردگرد کا دوبارہ سے جائزہ لیا اور اپنے موبائل کے سگنلز کو دیکھا۔مگر اس کا موبائل بغیر سگنل کے،اس کا منہ چڑا رہا تھا۔

اسے اپنے اوپر اور اپنے پیچھے ریت میں دھنسی جیپ پر شدید غصہ آیا مگر وہ اس وقت ضبط کے آخری مراحل میں تھا۔اسے امید تھی کہ شاید کوئی اس جانب آنکلے اور اس کی مدد کرے۔

کاش وہ اس وقت اکیلا اور اس کھٹارا جیپ پہ نہ آیا ہوتا۔یہی خیال اسے بار بار آرہا تھا۔شہر سے کافی دور ہونے کے باعث یہ علاقہ ایک طرح سے ویران تھا۔

اس نے وہیں پھر سے مختلف نمبرز ملانے کی کوشش کی۔وہ بار بار نمبرز ڈائل کرتا مگر آج اس کے ساتھ کچھ بھی اچھا نہیں ہو رہا تھا۔اسے مزید غصہ آنے لگا۔

رات ہونے کے باوجود ریت گرم محسوس ہو رہی تھی۔ پیاس کی شدت سے اسے اپنی آنکھوں کے سامنے اندھیرا محسوس ہونے لگا، وہ چکرا کر گر گیا۔ساری رات وہ بے سدھ پڑا رہا۔

اگلی صبح اس نے جب آنکھیں کھولیں تو اپنے اوپر ایک چرواہے کو جھکا ہوا پایا جو اپنی پانی کی بوتل سے اسے پانی پلا رہا تھا۔پانی کے چند گھونٹ پی کر جیسے وہ شعور کی دنیا میں واپس آگیا۔اس کے ہونٹوں پہ جمی پپڑیاں کچھ نرم ہوئیں۔

اسے سب کچھ یاد آگیا کہ وہ ساری رات تنہا اکیلے اس ویرانے میں بغیر کسی سروسامانی کے گزار چکا ہے اور اسے اندازہ ہوا کہ دن کا آدھا حصہ گزار چکا ہے۔سورج کی تپش بڑھ چکی تھی اور وہ پسینے سے شرابور بے سدھ پڑا رہا تھا۔

آدمی نے جلدی سے اسے سہارا دیکر اُٹھایا اور ایک سمت چلنے کا اشارہ کیا،پانی پینے سے اسے اپنے اندر چلنے کی ہمت محسوس ہوئی اور وہ آدمی کے ہمراہ آہستہ آہستہ چلنے لگا،سرکنڈوں اور مٹی سے تیار وہ گھر اس کے چاروں اطراف میں درختوں کی قطاریں،سایہ اور ٹھنڈک کا احساس اسے ہوش سے مدہوش کرنے لگا،وہ تھکن سے چور تھا کہ نقاہت کی باعث درختوں کے نیچے رکھی چارپائی پر بیٹھ گیا۔

آدمی گھر کے اندر چلا گیا۔واپسی پر وہ جگ میں پانی اور لسی کا گلاس لے کر آگیا۔سمیر نے جلدی سے پہلے پانی کا گلاس خالی کیا اور پھر لسی بھی پی لی۔

دوسرا لڑکا ہاتھ میں تکیہ اور بستر لیے اس کے پاس چلا آیا۔وہ شاید اس آدمی کا بیٹا تھا۔نقاہت کی باعث وہ زیادہ غور بھی نہ کر پایا اور چارپائی پر لیٹ گیا۔ کچھ دیر بعد لڑکا اس کے لیے کھانا لے آیا۔ اسے بہت بھوک لگی ہوئی تھی،اس نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔تندوری روٹی کے ساتھ کچے پیاز اور ہری مرچ کا سالن اس نے زندگی میں پہلی بار اس

شوق اور رغبت سے کھایا اور سو گیا۔

اسے خوب نیند آئی ،وہ پہلی بار درخت کے نیچے قدرتی ہوا کا مزہ لے رہا تھا۔شام کو وہ جاگا تو اسے خود میں کچھ ہمت محسوس ہوئی مگر گاڑی ڈرائیو کرنے کا بھی اس کا دل نہیں چاہ رہا تھا۔وہ چپ چاپ لیٹا رہا۔شام کو اس کے پاس دو تین گاؤں کے لوگ اس کا حال احوال پوچھنے آگئے۔اسے ان لوگوں سے مل کر بہت اچھا لگا۔

اس وقت وہ خود کو بہتر محسوس کر رہا تھا۔اس نے اپنے بارے میں بتایا کہ وہ قریبی گاؤں میں سردار نجیب اللہ کا بیٹا ہے جو شہر میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے وہیں رہتا ہے آج اس کے بابا کی طبیعت خرابی کی بنا پر وہ شارٹ کٹ راستہ کی تلاش میں اس طرف آنکلا۔جہاں اس کو زندگی کا بھیانک دن گزارنا پڑا۔

اگلے دن صبح سویرے وہ اس آدمی کے ہمراہ اپنے گاؤں کو روانہ ہو گیا۔اس کے بابا بہت پریشان تھے۔وہ کئی جگہوں پر اس کی تلاش میں آدمی بھیج چکے تھے۔وہ اسے اپنے سامنے پا کر بہت خوش ہوئے۔

اس دن اس نے اپنے اندر بہت بڑی تبدیلی محسوس کی۔کہاں وہ اے سی کے بغیر ایک پل نہیں گزارہ کرتا تھا۔ٹھنڈا پانی ،پیسے کی فراوانی اور نوکر چاکر سب ایک حکم پہ،اسے سب کچھ مہیا کر دیا کرتے تھے۔

نواز جو اس کے بچپن کا ساتھی اور اس کا ملازم تھا، ہر وقت اس کے آرام وسکون کا خیال رکھتا تھا۔

صحرا میں بھٹکتے ہوئے اسے اپنا آپ بے بس لگا۔وہ تو ایک ناکارہ پرزہ بن کر صحرا کے گدھوں کی خوراک بن چکا ہوتا۔اسے جتنی دعائیں یاد تھیں، سب مانگ ڈالیں۔آج سے اس نے لوگوں کے ساتھ اخلاق سے پیش آنے اور ان کے لیے کچھ خاص کرنے کا فیصلہ کیا۔

خدا بخش نے اسے بتایا کہ گاؤں میں صاف پانی کی قلت ہے۔بہت دور سے پانی بھر کر آنا پڑتا ہے۔اس نے اگلے دن ہی اپنے بابا سے مل کر اس گاؤں کی حالت بہتر بنانے کیلئے کام کا آغاز کیا اور گاؤں میں بنیادی ضروریات کی فراہمی کے لیے ضروری اقدامات کیے۔اسے زندگی کا ایک نیا رخ دیکھنے کو ملا تھا۔اس کی زندگی اب اس کی لوگوں کی بھلائی کے لیے وقف ہو چکی تھی۔

اس نے نہ صرف اس گاؤں میں بلکہ آس پاس کے ہر گاؤں میں صاف پانی، سکول اور ہسپتال بنانے کا عزم کیا۔اس نے اس ایک دن کی زندگی سے ایک نیا پیغام مل چکا تھا۔زندگی صرف وہ نہیں ہوتی جو خود کے لیے گزاری جائے۔جس نے زندگی عطاء کی ہے اس کے بندوں کی خدمت میں گزاری زندگی ہی اصل زندگی ہے۔

انجام

محمد اسامہ

''یار شارق! تم نے تو آج کمال کر دیا'' سعید نے مسرت بھرے لہجے میں کہا

''تینوں کا برابر حصہ ہوگا ناں......؟'' زبیر نے شارق سے پوچھا

''ارے واہ......!!'' شارق نے آنکھیں نکال کر کہا

''کیوں برابر برابر ہوگا؟'' استاد صاحب کا بٹوہ میں نے اکیلے چرایا ہے...... اس لیے اس پر پورا حق میرا ہے، البتہ تم دونوں چونکہ میرے دوست ہو اس لیے تمہیں سو سو روپے دے دوں گا''

شارق کی اس بات پر دونوں کے منہ لٹک گئے، یہ تینوں اپنی کلاس کے سب سے شرارتی اور چور بچے تھے، آج شارق نے موقع پا کر چپکے سے اپنے استاد صاحب کا بٹوہ چرا لیا تھا۔

استاد صاحب بہت زیادہ پریشان ہو گئے تھے، ایک پریشانی بٹوہ گم ہونے کی اور دوسری پریشانی یہ تھی کہ کلاس میں کوئی چور ہے اور تالاب کی ایک گندی مچھلی پورے تالاب کو گندا کر دیتی ہے۔

خیر......! استاد صاحب نے بجھے بجھے انداز میں کلاس کے طلبا سے کہا تھا کہ کل سب ''قلم'' پر

مضمون بنا کر لانا، جس کا مضمون سب سے اچھا ہو گا اس کو انعام ملے گا''

''شارق......!''سعید کہنے لگا۔

''کیا تم مضمون لکھو گے؟''

''یار......! استاد صاحب نے انعام دینے کا کہا ہے، لکھنا تو پڑے گا ہی......''

''مگر یہ تو طے ہے کہ وہ انعام اسماعیل کو ہی ملے گا، کیونکہ سب سے اچھا مضمون نگار کلاس میں وہی ہے......کم بخت...... پتا نہیں کون سے بادام کھاتا ہے''

''اونہہ!......''شارق منہ بنا کر کہنے لگا

''اگر اس کو انعام ملا بھی تو پانچ یا دس روپے ملیں گے، کیونکہ استاد صاحب کا بٹوہ تو میرے پاس ہے نا''شارق کی اس بات پر تینوں قہقہہ مار کر ہنسنے لگے۔

☆☆☆☆☆

''السلام علیکم......!''استاد صاحب نے کلاس میں داخل ہو کر سب کو سلام کیا

''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ......'' تمام بچوں نے باآوازِ بلند جواب دیا، سوائے شارق اور اس کے دونوں ساتھیوں کے۔

''ہاں، بھئی......! ایک ایک کر کے اپنا اپنا مضمون سنائیں، دیکھتے ہیں کس نے کیسا مضمون بنایا ہے؟'' یہ کہہ کر استاد صاحب نے ایک ایک سے مضمون سننا شروع کر دیا...... ہوتے ہوتے شارق کی باری آئی تو اس نے اپنا یہ مضمون سنایا:

''قلم مختلف قیمتوں کے ہوتے ہیں، بعض بہت مہنگے، بعض بہت سستے، جو مہنگے ہوتے ہیں وہ چوری ہو جاتے ہیں، جو سستے ہوتے ہیں وہ مختلف لوگ مختلف انداز سے استعمال کرتے ہیں، درزی کان پر رکھتے ہیں، بچے ان سے دودھ میں چینی گھولتے ہیں اور امی ان سے شلواروں میں ناڑے ڈالتی ہیں''

اس کا یہ غلط سلط مضمون سن کر پوری جماعت ہنسنے لگی۔ استاد صاحب کا مارے غصے کے برا حال تھا، شارق نے آگے اور سنایا:

''اور مزے کی بات یہ ہے کہ قلم استاد صاحب کے سزا دینے کے بھی کام آتا ہے، جب وہ اسے کسی بچے کی دو انگلیوں کے درمیان رکھ کر دباتے ہیں''

استاد صاحب نے چیخ کر کہا:

''چپ ہو جاؤ......! یہ کیا بکواس لکھ کر لائے ہو؟''

شارق دم سادھے چپ چاپ بیٹھا رہا۔

''تم نے کلاس روم کو مذاق سمجھا ہوا ہے...... میں نے مضمون بنانے کا کہا تھا، الٹے سیدھے تبصروں کا نہیں......!!''

''چلو اسماعیل......! تم اپنا مضمون سناؤ!''

اسماعیل نے بڑے اطمینان سے اپنا مضمون سنانا شروع کیا:

"قلم اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے، چناں چہ قرآن مجید کی سب سے پہلی آیات میں بھی اللہ تعالیٰ نے قلم کی نعمت کا احسان جتلایا ہے، یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو قرآن کریم میں قلم کی قسم بھی کھائی ہے اور جس سورت میں یہ قسم مذکور ہے اس پوری سورت کا نام ہی قلم رکھ دیا ہے، چنانچہ سورۂ قلم کی ابتدائی آیت یہ ہے:

"نٓ، وَ الْقَلَمِ وَ مَا یَسْطُرُوْنَ"

قسم ہے قلم کی اور جو وہ فرشتے لکھتے ہیں......"

اسماعیل کا مضمون سب توجہ سے سن رہے تھے، اس نے بہت ہی پیارا، دل چسپ اور علمیت سے بھرپور طویل مضمون بنایا تھا، پھر آخر میں کہنے لگا:

"اب میں اپنے اس مضمون کا اختتام علامہ اقبال مرحوم کے ایک شعر پر کرتا ہوں:

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

"سبحان اللہ... سبحان اللہ..."

استاد صاحب سمیت سب بے اختیار سماعیل کو خوب داد دینے لگے۔ پھر استاد صاحب کہنے لگے:

"دیکھو!...... یہ ہوتا ہے مضمون......! بھئی! واہ...... ماشاءاللہ...... بہت خوب!!"

استاد صاحب نے خوب دعائیں دیں، پھر باقی طلباء سے مضمون سننے لگے۔

شارق اندر ہی اندر کڑھنے لگا اور اپنے برابر میں بیٹھے ہوئے اسماعیل کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھنے لگا کہ شاید اسے میری نظر ہی لگ جائے ......سوچنے لگا کہ اب استاد صاحب اسماعیل سے کہیں گے کہ اپنی کاپی میری ٹیبل پر رکھ دو اور پھر کل اسے بلا کر انعام دیں گے......کیا اس کو انعام ملنا چاہیے...... نہیں...... انعام کا حق دار صرف میں ہوں...... مگر...... مگر...... میں کیا کروں...... کون سی ایسی ترکیب استعمال کروں کہ اسماعیل انعام نہ لے سکے...... کیا کروں؟...... کیا کروں؟

سوچتے سوچتے اچانک اس کے ذہن میں ایک ترکیب آ ہی گئی...... اس نے سوچا کہ...... اگر استاد صاحب کے بٹوے کی چوری کا الزام اسماعیل پر آجائے تو اسے انعام تو دور کی بات ...... استاد صاحب کے بٹوے میں سے جو چار ہزار مجھے ملے ہیں وہ بھی اسی کو بھرنے پڑیں گے......

یہ سوچتے ہی اس نے جلدی سے اپنی کاپی کھول کر اس کے ایک صفحے پر لکھنا شروع کیا:

"استاد صاحب......! میں بہت شرمندہ ہوں ...... مجھے کچھ پیسوں کی ضرورت تھی اس لیے میں نے آپ کا بٹوہ چرا لیا تھا، اس میں سے چار ہزار روپے نکلے، جو کہ میں استعمال کر چکا ہوں، مگر ان شاء اللہ جلد ہی لوٹا دوں گا...... فقط اسماعیل"

یہ لکھ کر اس نے تیزی سے صفحہ پھاڑا اور اسماعیل کی مضمون والی کاپی کے اندر چپکے سے ڈال دیا...... اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا

تھا...... مارے خوشی کے پھولا نہیں سمارہا تھا...... سوچ رہا تھا کہ اسی موقع کیلئے کہتے ہیں

کرے کون، بھرے کون......

اچانک استاد صاحب نے آواز سے کہا:

''اسماعیل......! اپنی کاپی میری ٹیبل پر رکھ دو...... تمہارا مضمون اس دفعہ پھر سب سے اچھا رہا......''

اسماعیل خوشی خوشی اپنی جگہ سے اٹھا اور کاپی استاد صاحب کی ٹیبل پر رکھ کر اپنی جگہ آکر بیٹھ گیا...... شارق دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا...... وہ جانتا تھا کہ اب اسماعیل کی خیر نہیں ہے۔

''مبارک ہو، بھئی اسماعیل......! تمہیں انعام ملنے والا ہے''

شارق کا اتنا میٹھا جملہ سن کر اسماعیل جواباً مسکرایا تو سہی، مگر حیران بھی ہوا، کیونکہ مبارک باد تو دور کی بات، شارق تو اس کے سلام کا جواب بھی نہیں دیتا تھا۔

اچانک شارق نے دیکھا کہ استاد صاحب اسماعیل کی کاپی میں سے اس کے رکھے ہوئے کاغذ کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر بڑے غور سے اس کو پڑھ رہے ہیں......

شارق کا دل خوشی سے دھک دھک کرنے لگا......

استاد صاحب آہستہ آہستہ آئے اور اسماعیل کے منہ پر زور سے طمانچہ مارا اور کہنے لگے:

''تم...... تم...... تو چور نکلے...... تم نے میرے سارے اعتماد کو پانی میں بہادیا......''

اور پھر ایک اور تھپڑ مارا......

شارق خوشی اور جوش کی ملی جلی کیفیت میں کیفیت میں کھڑا ہوگیا...... اچانک اس کو اسماعیل کی آواز سنائی دی:

''کیا ہوا شارق؟...... یہ تم بیٹھے بیٹھے اچانک کھڑے کیوں ہوگئے؟'' اسماعیل کی آواز سن کر شارق کو جیسے ہوش آگیا

وہ خیال ہی خیال میں کہاں پہنچ چکا تھا، جبکہ استاد صاحب ابھی تک اسی کاغذ کو دیکھنے میں مصروف تھے...... اچانک استاد صاحب کی آواز گونجی:

''شارق......!! ادھر آؤ......''

شارق حیران پریشان استاد صاحب کی طرف جانے لگا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ یہ کیا؟ بجائے اسماعیل کو بلانے کے مجھے کیوں بلا رہے ہیں؟

''کہاں ہے میرا بٹوہ......؟'' استاد صاحب نے شیر کی طرح دھاڑتے ہوئے شارق سے پوچھا

ساری کلاس حیرت سے شارق کو دیکھ رہی تھی۔ شارق کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا جواب دے، کہنے لگا:

''کونسا بٹوہ......؟''

دفعتاً شارق کے دائیں کان میں سیٹی سی بجنے

عجیب و غریب جانور

۱ گھوڑا بغیر کچھ کھائے پیئے پندرہ دن تک زندہ رہ سکتا ہے۔

۲ مور ایسا جانور ہے جو سو رہا ہو تو بھی لگتا ہے، جاگ رہا ہے۔

۳ کوے کی عمر سو سال سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔

۴ شارک مچھلی کبھی بھی نہیں سوتی۔

۵ آگے اور پیچھے اُڑنے والے پرندے کا نام ہیمنگ برڈ ہے۔

۶ شہزادۂ شب اُلو کو کہتے ہیں۔

۷ کبوتر کی ۲۲۹ اقسام ہیں۔

۸ سب سے لمبی عمر والا جانور وہیل جو ۵۰۰ سال تک زندہ رہتا ہے۔

۹ دنیا کا سب سے لمبا گھوڑا جس کا نام گولیاتھ ہے اس گھوڑے کا قد ۶ فٹ ۵ انچ ہے اور یہ روزانہ ۲۲۶. کلو گرام گھاس کھاتا ہے اور ۱۱۳.۵ لٹر پانی پیتا ہے۔

۱۰ دنیا میں سب سے بڑا اور سیدھے سینگوں والے بیل کا نام سرچ ہے، اس کے سینگوں کی لمبائی ۷ فٹ ہے۔

مراسلہ: آمنہ رفیق

لگی...... کیونکہ اسے استاد صاحب کا تھپڑ اتنے زور سے پڑا تھا کہ پوری کلاس گونج اٹھی تھی۔

اور پھر اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب استاد صاحب نے اسے وہ کاغذ دکھایا۔

اس نے دیکھا اس پر ایک طرف تو اسماعیل کی طرف سے چوری کا اقرار تھا جو اس نے اسماعیل کو پھنسانے کے لیے لکھا تھا، مگر دوسری جانب شارق کا اپنا بنایا ہوا قلم والا مضمون تھا جسے وہ پوری کلاس کو سنا چکا تھا۔

اب اسے احساس ہوا کہ اس سے کتنی زبردست غلطی ہوئی ہے، کیونکہ قلم والا مضمون اس کا اپنا بنایا ہوا تھا، اسی کی رائٹنگ میں تھا اور اسی صفحے کی پشت پر اسی رائٹنگ میں چوری کا اقرار تھا......

بے چارہ شارق اپنے کھودے ہوئے گڑھے میں خود ہی گر پڑا تھا۔

اسے بٹوے کی چوری کی سزا بھی ملی اور جو رقم وہ کھا چکا تھا وہ بھی ابو سے لے کر دینی پڑی۔

☆☆☆☆☆

پُراسرار مقامات

کہا جاتا ہے کہ انسان اس وقت سائنس اور ٹیکنالوجی کے حساب سے جس اوج کمال پر پہنچ چکا ہے وہ حیران کن ہے۔

جن باتوں اور سائنسی ایجادات کا تصور بھی سو سال پہلے تک محال تھا، آج وہ ہماری روزمرہ زندگی کا حصہ ہیں اور ایسی اشیاء ہماری عام ضروریات میں شامل اور ہمارے استعمال میں ہیں کہ جن کو ہم ''عجائبات'' میں شمار نہیں کرتے، مگر اب سے سو سال پہلے تک یہ چیزیں ہماری زندگی میں موجود ہونا تو درکنار ان کے بارے میں سوچنا بھی محیر العقول سمجھا جاتا تھا۔ انٹرنیٹ، موبائل فون، کمپیوٹر، لیپ ٹاپ سے آگے بڑھ کر آئی فون اور ٹیبلٹ پی سی جیسی ایجادات آج ہماری نوجوان نسل یہاں تک کہ بچوں کے لیے بھی استعمال کی عام سی اشیاء کی حیثیت رکھتی ہیں۔

دوسری جانب صحت کے معاملات میں نت نئی مشینیں جیسے الٹرا ساؤنڈ اور ایم آر آئی کے ذریعے امراض کی جدید ترین تشخیص کا نظام میڈیکل سائنس کی ترقی کا مظہر ہے۔ روبوٹس اب صنعتوں کے بعد ہوٹلوں میں گاہکوں کی خدمت میں مصروف نظر آتے ہیں۔ بات اب مصنوعی ذہانت تک جا پہنچی ہے۔

اس طرح انسان خلا کی وسعتوں کے بارے میں تحقیق کے میدان میں کائنات کے اسراروں کا کھوج لگاتے لگاتے، چاند کے بعد مریخ اور اس سے بھی آگے اپنے نظامِ شمسی کی حدود سے باہر بھی راکٹ اور خلائی گاڑیاں بھیجنے کے قابل ہو چکا ہے۔ غرض آسمان کی بلندیوں سے لے کر سمندر

اور پاتال کی گہرائیاں تک انسان کی دسترس میں آچکی ہیں۔لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی اس دنیا میں جسے ہم کرہ ارض کہتے ہیں اور جس پر ہم بستے ہیں، ابھی بھی بے شمار ایسی چیزیں اور جگہیں ہیں کہ جن کے بارے میں ہم بہت زیادہ نہیں جانتے۔ برمودا ٹرائی اینگل کا نام ہم میں سے اکثر و بیشتر لوگوں نے سنا ہی ہوگا۔آج بھی سائنس دان اس کے متعلق صحیح طور پر جاننے سے قاصر ہیں۔اسی طرح اہرام مصر کے بارے میں بھی مکمل معلومات ابھی تک منظر عام پر نہیں آسکیں۔

برمودہ ٹرائی اینگل اور اہرام مصر کے علاوہ بھی ہماری اس زمین پر بہت سے ایسے مقامات ہیں کہ جن کی توجیہہ وتشریح کرنے سے سائنس عاجز ہے۔ ایسے ہی چند مقامات کا ذکر درج ذیل ہے۔

برج واٹر ٹرائی اینگل

برج واٹر ٹرائی اینگل دوسو سکوائر میل پر محیط ہے اور امریکی ریاست میسا چیوسٹس کے جنوب مشرق میں واقع ہے۔کہا جاتا ہے کہ یہ جگہ مافوق الفطرت مخلوقات، آتشی بگولوں، غیر سائنسی مظاہر (جن کی سائنس کوئی توجیہہ پیش نہ کرسکے)، برفانی انسانوں، بڑے بڑے اژدھوں اور دیوہیکل پرندوں کا مسکن ہے۔اس جگہ کا ذکر سب سے پہلے

1970ء کے عشرے میں ''لورین کول مین'' نامی ایک ''کریپٹو زولوجسٹ'' (مافوق الفطرت مخلوقات کے بارے میں جاننے کا علم رکھنے کے ماہر) نے اپنی کتاب ''میسٹیریس امریکہ'' (Mysterious America) میں کیا۔

یہاں ایک حصہ ''سوامپ'' (Swamp) کہلاتا ہے، روایات کے مطابق یہ وہ جگہ ہے جہاں مافوق الفطرت چیزیں ہوتی ہیں۔ برج واٹر ٹرائی اینگل میں مختلف چٹانیں اور جنگل بھی واقع ہیں۔ ان چٹانوں کے نام ''ڈھگٹن راک'' (Dighton Rock) اور ''پروفائل راک'' (Profile Rock) ہیں۔کہا جاتا ہے کہ امریکا کے قدیم مقامی قبائل کے تاریخی کردار ''آناوان'' (Anawan) نے اپنے بادشاہ فلپ سے کوڑیوں کی لڑیوں سے بنی ہوئی روایتی تلوار اعزاز کے طور پر پائی تھی۔

برج واٹر ٹرائی اینگل میں واقع ''فری ٹاؤن

فال ریوراسٹیٹ فاریسٹ“ (Free Town (Fall River State Forest کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں قدیم امریکی مقامی قبائل جانوروں کی قربانی کیا کرتے تھے۔ ”ہوکوموک سوامپ“ کے علاقے میں برفانی انسانوں کا مسکن اور دیوہیکل پرندوں کو بھی اڑتے ہوئے دیکھے جانے کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ ان پرندوں کے پر آٹھ سے بارہ فٹ چوڑے بتائے جاتے ہیں۔ اسی طرح کا ایک دعویٰ نارٹنی کے ایک پولیس سارجنٹ ”تھامس ڈراونی“ نے بھی کیا۔

بیننگٹن ٹرائی اینگل

اس جگہ کو یہ نام ”نیو انگلینڈ“ نامی کتاب کے مصنف ”جوزف اے سیٹرو“ (Joseph A. Citro) نے 1992ء میں ایک ریڈیو نشریات کے دوران دیا تھا۔ اس کا مقصد یونان کی ایک پہاڑی ریاست ”ورمونٹ“ (Vermont) کے جنوب مغربی علاقے میں 1920ء سے 1950ء کے دوران لاپتہ ہو جانے والے لوگوں کے نام سے ایک علاقہ منسوب کرنا تھا۔ یہ نام پھر مزید دو کتب کے ذریعے زبان زد عام ہوا، جن میں سے ایک کتاب ”شیڈو چائلڈ“ (Shadow Child) ہے، جن میں اس نے کئی ابواب ان لاپتہ لوگوں کے تذکرے کے لیے مختص کیے۔ ”جوزف“ اس علاقے کو بھی ”برج واٹر ٹرائی اینگل“ کے مماثل قرار دیتا ہے۔ آس پاس کے لوگ ان گمشدگیوں کو غیر مرئی مخلوق اور برفانی انسانوں کی کارستانی قرار دیتے ہیں۔

سین لیوئس ویلی

امریکی ریاست ”کولوریڈو“ (Colorado) میں واقع اس وادی کا کچھ حصہ نیو میکسیکو تک پھیلا ہوا ہے۔ ”دریائے ریو گرانڈے“ کا منبع یہیں

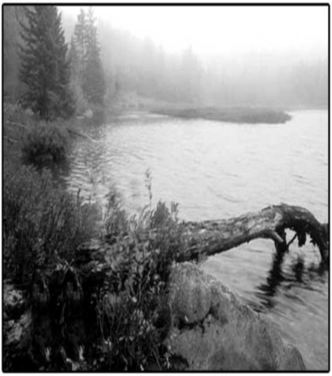

ہے۔ میکسیکو امریکی جنگ کے بعد یہ علاقہ امریکا کے قبضے میں آیا۔ 1868ء سے پہلے مقامی انڈین ''یوٹے'' (Ute) قبائل کی شاخ ''کپوٹا'' (Capote) یہاں آباد تھے۔

پوری دنیا میں اس وادی کی وجہ شہرت یہ ہے کہ یہیں پر آج تک سب سے زیادہ اُڑن کھٹولے کے دیکھے جانے کے دعوے کیے گئے ہیں۔ اڑن طشتریوں کے دیکھے جانے کے واقعات اس علاقے میں اتنے عام ہیں کہ ''جوڈی میسولین'' نامی ایک خاتون نے اپنے فارم ہاؤس میں باقاعدہ ایک واچ ٹاور محض اس لیے تعمیر کروایا تاکہ وہ ان اڑن طشتریوں کو واضح طور پر دیکھ سکے۔ اس خاتون نے 2000ء سے لے کر اب تک اکیلے ہی پچاس سے زائد بار اُڑن طشتریوں کو دیکھنے کا دعویٰ کیا ہے۔ کئی بار تو درجنوں افراد نے اکٹھے ایک ہی وقت میں ان کا نظارہ کیا۔

مشی گن ٹرائی اینگل

جھیل مشی گن شمالی امریکا کی پانچ سب سے بڑی جھیلوں میں سے ایک ہے۔ اس کی خصوصیت مگر یہ ہے کہ یہ جھیل ساری کی ساری امریکا ہی میں واقع ہے، ورنہ دیگر چار جھیلیں مشترکہ طور پر امریکا اور کینیڈا میں ہیں۔

اس جھیل کے گرد آباد اولین لوگ ''ہوپ ویل انڈینز (Hope Well Indians)

کہلاتے تھے۔ 800ء کے بعد ان کا کلچر نابود ہوگیا اور اگلے چند سو سالوں تک یہ علاقہ ''لیٹ وڈلینڈ انڈینز'' (Late Wood Land Indians) کا گہوارہ بنا رہا اور بالآخر بعد میں یہاں یورپینز کا قبضہ ہوگیا۔

مشی گن ٹرائی اینگل اسی جھیل کے مرکزی حصہ کو کہا جاتا ہے۔ یہ ٹرائی اینگل بھی طیاروں اور بحری جہازوں کے غیاب کے باعث شہرت رکھتا ہے۔

28 اپریل 1937ء کو کیپٹن جارج آرڈونر اپنے بحری جہاز میں اس جھیل سے گزرے۔ کیپٹن ڈونر کچھ تھکاوٹ محسوس کر رہے تھے۔ انہوں نے اپنے ماتحت کو کہا کہ وہ اپنے کیبن میں آرام کرنا چاہتے ہیں، تاہم منزل پر پہنچنے سے پہلے انہیں جگا دیا جائے۔ کئی گھنٹوں بعد جب ان کا ماتحت انہیں اٹھانے کے لیے گیا تو کیپٹن اپنے کیبن میں موجود نہیں تھے۔ پورے جہاز کو چھان

مارا گیا مگر کیپٹن ڈونر نہیں ملے۔

23 جون 1950ء کو نارتھ ویسٹ ایئر لائن کی فلائٹ نمبر 2501 اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھی۔ جہاز کے پائلٹ ''رابرٹ سیلنڈ'' بہت تجربے کار پائلٹ شمار ہوتے تھے۔ جہاز میں اس وقت اٹھاون مسافر بھی سوار تھے۔ درمیانی شب میں جب ان کی فلائٹ کو خراب موسم کی وجہ سے اپنا رخ تھوڑا تبدیل کرنا پڑا تو وہ مشی گن جھیل کے اوپر سے گزرے۔ اسی دوران پائلٹ نے کنٹرول ٹاور سے اپنی بلندی 3500 فٹ سے کم کر کے 2500 فٹ پر آنے کی درخواست کی لیکن اس کی کوئی وجہ بیان نہیں کی۔ اسی وجہ سے ان کی درخواست مسترد کر دی گئی۔ یہ آخری رابطہ تھا جو جہاز اور کنٹرول ٹاور کے درمیان ہوا اس کے بعد جہاز لاپتہ ہو گیا۔ یہ بات واضح رہے کہ جہاز جھیل میں گر گیا تھا کیونکہ بعد میں جھیل کی سطح پر اس کی نشستوں کے کور کے ٹکڑے تیرتے ہوئے پائے گئے مگر سب سے حیرت انگیز پہلو یہ ہے کہ بہت تلاش و بسیار کے باوجود نا تو جہاز اور نا ہی مسافروں کی کوئی باقیات مل سکیں۔

پوائنٹ پلیزنٹ

اس نام کو سن کر ایسا لگتا ہے کہ یہ کوئی ایسی جگہ ہو گی جہاں سب خوش رہتے ہوں گے اور وہاں جانے والے بھی اس جگہ پہنچ کر بہت خوشی محسوس کرتے ہوں گے۔ ستم ظریفی مگر یہ ہے کہ ایسا نہیں ہے۔

یہ شہر ریاست ویسٹ ورجینیا، امریکا میں واقع ہے۔ یہ قصبہ بھی اپنی پر اسرار اور عجیب و غریب داستانوں کی وجہ سے مشہور ہے۔ ان کہانیوں میں سب سے زیادہ شہرت ان کہانیوں کو ملی جن میں ''موتھ مین'' (Mothman) نامی ایک مخلوق کا ذکر آتا ہے۔ نومبر 1966ء سے دسمبر 1967ء تک اس مخلوق نے پورے علاقے میں دہشت پھیلائے رکھی۔ ''پوائنٹ پلیزنٹ'' کے سو سے زائد افراد ''موتھ مین'' کو دیکھنے کے دعویدار ہیں۔ ان کے بقول ''موتھ مین'' کا قد سات فٹ لمبا تھا، اس کی چھاتی چوڑی اور لال سرخ آنکھیں مقناطیسی قوت رکھتی تھیں۔ اکثر لوگ سمجھتے تھے کہ وہ اصل میں کوئی الّو یا ساحلی بگلا نما پرندہ تھا جس سے پوائنٹ پلیزنٹ کے لوگ خوف کھاتے رہے۔

بگیلو رینچ

480 ایکڑ پر محیط یہ ذاتی جائیداد، امریکی ریاست ''اوٹاہ'' (Utah) میں واقع ہے۔ یہ بھی ماورائے عقل واقعات اور اڑن طشتریوں کے حوالے سے مشہور ہے۔ 1950ء کی دہائی سے یہاں حیرت انگیز واقعات تسلسل سے رونما ہوتے چلے آرہے ہیں، مگر زیادہ تر ایسے واقعات کا تذکرہ 1994ء میں ''ٹیری'' (Terry) اور ''گون شرمین'' (Gwen Sherman) نامی دو رینجرز کی یہاں تعیناتی کے بعد سے سننے کو ملے۔

پہلے دن جب یہ دونوں رینجرز یہاں آئے تو انہوں نے ایک قوی الجثہ بھیڑیے کو چراگاہ میں کھڑا دیکھا۔ وہ اس بھیڑیے کو پالتو سمجھ کر اس کے پاس چلے گئے۔ بھیڑیا سر جھکائے کھڑا رہا لیکن اچانک ہی اس نے قریبی واقع گائے بھینسوں کے باڑے کی باڑھ میں سے ایک بچھڑے کو تھوتھنی سے پکڑ کر باہر کھینچ لیا اور بھاگ نکلا۔ جب ایک رینجر ''ٹیری'' نے اپنے پستول سے اس پر فائر کیا تو بھیڑیے پر گولیوں کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ آخر کار ''ٹیری'' اپنی شاٹ گن نکال لایا اور اس سے بھیڑیے پر فائر کیے، لیکن اس کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہوا اور بھیڑیے کو کوئی گزند نہ پہنچی۔ جب اس

بھیڑیے کا تعاقب کرنے کی کوشش کی گئی تو اس کے پیروں کے نشان تک نہ ملے۔ یوں لگتا تھا کہ جیسے وہ ہوا میں تحلیل ہوگیا ہو۔ مالک ''نیشنل انسٹیٹیوٹ فار ڈسکوری سائنس'' نامی ادارے کا بانی تھا جو یہاں آکر ان پراسرار واقعات کا کھوج لگانے کی کوشش کرتا لیکن یہ بات بھی حیرت انگیز ہے کہ اس نے یا اس کے ادارے نے اس بارے میں اپنی تحقیقات کے نتائج کو آج تک صیغہ راز میں رکھا ہوا ہے۔

"اری بانو! اری او بانو...!"

رشیدن دہلیز پار کرتے ہی چڑھی سانسوں کے ساتھ روز و شور سے آوازیں دینے لگی جیسے کوئی خاص بات ہو۔

"اے بوا! کیا ہوا خیر تو ہے؟؟؟ ذرا دو گھڑی دم تو لو... صبح ہی صبح پورے محلہ کو سر پر اٹھا لیا"

"اری بانو! خیر ہی تو نہیں ہے"

رشیدن کے لہجے میں زمانے بھر کی رنجیدگی نے بانو کو چونکا دیا۔

"بوا! جلدی سے بتاؤ... مانو میرا تو دل سینے میں دھک دھک کرنے لگا ہے۔"

بانو نے باقاعدہ دل پر ہاتھ رکھا۔

"اری! سنتی ہو، تیری بھتیجی کی منگنی ٹوٹ گئی"

رشیدن بوا ڈوپٹے کا پلو منہ پر رکھ کر پھک پھک رونے لگی۔

"جاؤ بوا! تمہارے بھی کوئی حال نہیں... میں سمجھی نا جانے کونسا دھماکہ کرنے لگی ہو.. اور پھر یہ تو ہونا ہی تھا۔"

بانو کے چہرے پر اطمینان لوٹ آیا جیسے اسے پہلے سے ہی اس بات کی امید تھی۔

"اے ہے کیسے ہو جاتا ہے بھلا؟ اتنے اچھے لوگ تھے اور تمہیں ذرا برابر دکھ نہیں اپنی بھتیجی کا... کیا خون بالکل ہی سفید ہو گیا تمہارا"

رشیدن نے اس بھی لتھاڑا دیا۔

"دکھ کیوں نہیں بوا..! میری معصوم بھولی بچی کو اس ناس ماری ماں کی ہٹ دھرمی نے داغ لگا دیا... جس پر آجکل ملانی بننے کا شوق چڑھا ہے"

"نا جانے کن کی محفل میں اٹھنے بیٹھنے لگی

ہے...جو پرتوں کی باتوں اور رسوم رواج میں اسے عیب ہی عیب نظر آتے ہیں..''

بانو تو گویا بھری بیٹھی تھی۔

''لو ماں بھی بھلا دشمن ہوئی ہے اپنی اولاد کی...اس میں اس بیچاری کا کیا دوش؟''

''بوا دشمنی ہی تو کی اس نے صفر میں منگی کرکے...کتنا منع کیا تھا کہ یہ مہینے تیرہ تیزی کا ہے...اس میں کوئی خوشی کا کام نہیں کرتے بالکل اس کے تیزے سے گزرنے کی دعا کرتے... لیکن محترمہ کو یہ ساری باتیں توہم برستی، بدعت، گناہ اور نا جانے کیا کیا لگنے لگی ہیں..''

''میں بہتیرے پیر پیٹے کہ چند دن تو رہتے ہیں ربیع الاول میں بس...منگنی میں شامل نا ہونے کی دھمکی بھی دی...لیکن ان کے کان پر جو نہیں رینگی...اب دیکھ لیا نتیجہ...ہائے میری معصوم بچی..''

☆☆☆☆☆

''اچھا! دادی اماں! اللہ حافظ..!''

نک سک سے تیار توقیر نے اپنا سر دادی اماں کے سامنے جھکا دیا۔

''پتر کہاں چل دیے...آج تو قرآن خوانی تھی..''

دادی اماں نے ناک پر چشمہ جما کر اپنے خوبرو پوتے کی ہی دل ہی دل میں بلائی لی۔

''اماں! میری آج اہم میٹنگ ہے''

''ارے! میٹنگ گئی بھاڑ میں، میں تمہیں قرآن خوانی میں شامل ہوئے بغیر نہیں جانے دوں گی...یہ اتنا سخت اور منحوس مہینہ ہے اس میں تو بلائیں اترتی ہیں''

اماں کا جلال عود کر آیا۔

''ارے! میری اچھی دادی اماں..! یہ سب غلط باتیں ہیں...دین اسلام میں ان کی کوئی حقیقت نہیں''

توقیر نے بہت نرمی سے ان کے دونوں شانے تھام لیے۔

''چل ہٹ پرے...مجھے معلوم ہے یہ تو کس کی سکھائی ہوئی پٹی پڑھ رہا ہے''

دادی اماں نے اس کے ہاتھ جھٹکتے ہوئے صائمہ کو نشانہ بنایا کیونکہ اکثر و بیشتر وہی ان باتوں سے منع کرتی تھی۔

''ہائیں اللہ..! ارے میں کہتی تھی ناں. یہ مہینے منحوس اور سخت ہیں، اس میں بلائیں اترتی ہیں...ہائیں میرا بچہ...''

دادی کے واویلے سے درو دیوار گونج رہے تھے..توقیر کے سر پر پٹی بندھی تھی اور چاروں طرف گھر کے افراد حیران و پریشان ماجرا جاننے کی تگ و دو میں تھے، لیکن دادی اماں کچھ سننے دیتی تب ناں..!

"ارے! یہ آ گئی کلموہی... یہ سب اسی کا کیا دھرا تو ہے...ناجانے کس خاندان کی متھے لگی کہ ہر بات میں توہم پرستی نظر آتی ہے جیسے ہم جاہل ہیں"

صائمہ کو دیکھتے ہی دادی اماں نے سارا الزام اس پر دھرا..!

وہ حیران پریشان اپنی جگہ کھڑی اپنا قصور تلاش رہی تھی...اس نے تو فقط ایک غلط کام کے لیے منع کیا تھا.

بیماری، نفع ،نقصان، زندگی اور موت یہ اللہ کے حکم کے بجائے زمانے کے تابع ہیں؟؟؟

☆☆☆☆☆

قارئین اس طرح کی اور اس سے ملتی جلتی مثالیں ماہ صفر کے شروع ہوتے ہی ہمیں سننے کو ملتی ہیں...اچھے خاصے لوگ بھی اس مہینے میں بلاؤں کے اُترنے اور قرآن خوانی کو لازم سمجھتے ہیں..!

آئیے ہم آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کی روشنی میں اس ماہ پر نظر ڈالتے ہیں۔

ماہ صفر اسلامی ہجری سال کا دوسرا مہینہ ہے ..صفر کے لغوی معنی خالی ہونے کے ہیں۔

بچپن میں اکثر امی اور نانی اماں سے یہ کہتے ہوئے سنا کرتے تھے کہ خالی چاند نظر آ گیا ہے وغیرہ ..اس وقت حیرت ہوتی کہ یہ خالی کا چاند کونسا ہوتا ہے۔

صفر کو خالی کہنے کی کئی وجہ میں سے ایک یہ ہے کہ ان دن عرب لوگوں کے گھر خالی ہو جاتے تھے کیونکہ مذہبی اعتبار سے چار مہینے "اشہر حرم" یعنی احترام اور عظمت والے تھے۔

ان چار مہینوں رجب، ذیقعدہ، ذوالحج اور محرم میں جنگ وقتال اور خون ریزی قطعا بند کر دی جاتی تھی۔ان مہنیوں میں یہ لوگ اپنے باپ کے قاتل سے بھی چھیڑ چھاڑ نا کرتے تھے، اس لیے لوگ امن وامان سے تجارت اور حج وعمر کے سفر کیا کرتے تھے۔

مسلسل تین مہینوں کی پابندی کے بعد محرم ختم ہوتے ہی یہ جنگجو لوگ لڑائی اور جنگ کے لیے نکل پڑے تھے تو صفر میں ان کے گھر خالی ہو جاتے تھے۔

زمانہ جاہلیت سے ہی ماہ صفر منحوس سمجھا جاتا ہے۔اسلام نے ان سب باتوں کی سختی سے تردید کی ہے۔

آج بھی زمانہ جاہلیت کے طرح مشرکوں کے ساتھ رہن سہن کی وجہ سے کچھ لوگ اس مہینے کو منحوس اور آفاتیں نازل ہونے والا مہینہ سمجھتے ہوئے اس میں خوشی کے کام کو سرانجام دینا معیوب سمجھتے ہیں۔

بعض خواتین اس کو تیرہ تیزی کا مہینہ کہتی ہیں کہ اس مہینے کے تیرہ دنوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کا مرض وفات شدت اختیار کر گیا تھا اس لیے یہ بھاری مہینہ ہے... جان لیجیے یہ تو ہم پرستی اور سخت گناہ ہے۔

بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ اس مہینے میں آسمان سے آفات اور بلائیں اترتی ہیں اس لیے اجتماعی قرآن خوانی کرتے ہیں تا کہ ان سب سے حفاظت ہو جائے۔

بعض لوگ اس مہینے میں شادی اور کسی بھی قسم کی خوشی کرنے کو بہت برا سمجھتے ہیں ان نزدیک اس مہینے شادی یا کوئی بھی خوشی کا کام ناکام ونامراد ہی رہتا ہے۔

شریعت میں کہیں بھی منع نہیں کیا گیا بلکہ نکاح ایک اہم عبادت اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے، اس کو جب بھی اور جس وقت موقعہ ملا ادا کرنا چاہئے۔

یاد رکھئے کوئی دن، مہینہ یا زمانہ برا یا منحوس نہیں ہوتا۔ زمانہ بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے، اس کو برا کہنے کی نسبت اللہ کی طرف ہی لوٹتی ہے۔ نعوذ باللہ

اس لیے ماہ صفر کو برا یا منحوس سمجھنا سخت گناہ ہے۔ اسلام میں نحوست کا کوئی وجود نہیں، یہ نحوست تو انسان کے اپنے گناہ کی ہوتی ہے کیونکہ جس وقت بندہ عبادت میں مشغول ہوتا ہے تو یہ زمانہ اس کے لیے مبارک اور جس وقت گناہ میں مشغول ہوتا ہے یہ زمانہ اس گناہوں کی وجہ سے اس کے حق میں منحوس ہو جاتا ہے۔

اللہ رب العزت ہم سب کے دین ایمان اور عقیدے کی حفاظت فرمائے۔ آمین

مسواک کے فائدے

نعیم احمد

☆ مسواک ہمارے آقا نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔

☆ مسواک کر کے نماز پڑھنا بغیر مسواک کئے نماز سے ستر گنا افضل ہے۔

☆ مسواک منہ کی پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔ ☆ منہ کو خوشبو دار بناتی ہے۔

☆ بینائی بڑھانے کا ذریعہ ہے۔

☆ بلغم اور منہ کی کڑواہٹ دور کرتی ہے۔

☆ دانتوں کی زردی دور کر کے سفیدی پیدا کرتی ہے۔

☆ حفاظت کرنے والے فرشتوں کی محبت کا ذریعہ ہے۔

☆ نیکیوں کا ستر گنا بڑھاتی ہے۔ ☆ مرتے وقت کلمہ نصیب ہوتا ہے۔

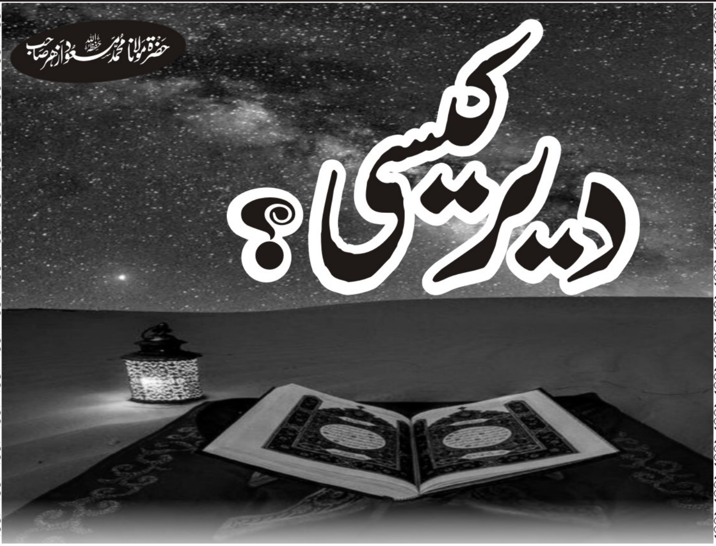

دیر کیسی؟

حضرت مولانا محمد مسعود ازہر صاحب حفظہ اللہ

اللہ تعالیٰ بہت رحیم ہے، بہت رحیم ......

بے حد رحیم اور مہربان ...... اللہ، اللہ، اللہ ......

ذرا سا غور کریں کہ ...... کیسے کیسے لوگوں کو اور کیسے کیسے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا ...... ایک شخص اللہ تعالیٰ کے سب سے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلے میں ...... تلوار سے لڑ رہا ہے ...... حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم پر حملے کر رہا ہے ...... پھر اُس نے کلمہ پڑھا، توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے فوراً معاف فرما دیا ...... اب اُن کا نام لیں تو ساری اُمت کہتی ہے ...... رضی اللہ تعالیٰ عنہ ...... کہ اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہو گیا ...... گناہ کی شدّت کا اندازہ لگائیں ...... اور پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کا اندازہ لگانے کی کوشش کریں ......

اب تو مان جاؤ! گناہگار بھائیو! اور بہنو! کہ اللہ تعالیٰ رحیم ہے ...... پھر توبہ اور استغفار میں دیر کیوں؟ جھجک کیوں؟ ......

وہ دیکھو! سنو پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان:

اگر تم نے گناہ کیے، یہاں تک کہ تمہارے گناہوں سے زمین اور آسمان کے درمیان کا حصہ بھر جائے اور تم نے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لی تو وہ تمہیں بخش دے گا ...... (الحدیث)

سبحان اللہ ...... ہمارے نزدیک زمین بھی بڑی اور آسمان بھی بڑا ...... مگر ہمارے رب کے

نزدیک نہ زمین بڑی نہ آسمان بڑا...... اور نہ اُن دونوں کے درمیان کا خلا بڑا...... انہوں نے تو رحمت کی ایک نظر فرمانی ہے...... اور سارے گناہ نیکیوں میں تبدیل ہو جانے ہیں...... پھر بھی توبہ میں دیر؟...... پھر بھی استغفار میں تأخیر؟......

چھوڑیں منصور اعجاز قادیانی کو...... ایک ناپاک، ظالم اور گندا دشمن...... ختم نبوت کا ہر منکر پاکستان کا دشمن ہے...... اسلام اور مسلمان کا دشمن ہے...... آج منصور اعجاز یہ سمجھ رہا ہے کہ وہ اپنی سازشوں سے ملک کو تباہ کر دے گا...... پوری قادیانی لابی خوشی سے تالیاں پیٹ رہی ہے...... مگر ان نامرادوں کا یہ خواب بھی ''نا مُراد'' ہوگا...... ان شاء اللہ ثم ان شاء اللہ......

چھوڑیں حسین حقانی کو...... ایک مفاد پرست، جھوٹا اور مکّار انسان...... جہاد اور مجاہدین کا دشمن...... اللہ تعالیٰ کے دین کا باغی...... وطن فروش...... اور اُس جیسے کئی اور دن رات کوشش کرتے رہیں کہ...... پاکستان سے اِسلام اور جہاد کا نام مِٹ جائے...... مگر نہیں مٹتا...... الحمدللہ...... اور کیسے مٹے؟...... قرآن پاک کا لکھا ہوا کون مٹا سکتا ہے...... جہاد...... قرآن پاک کا حکم ہے...... یہ کسی انسان کے ہاتھ کا فرمان نہیں...... یہ ''احکم الحاکمین'' کے کلام کا انمٹ حصّہ ہے...... اسے مٹانے کی کوشش کرنے والے خود روسیاہ ہو کر مٹ جاتے ہیں...... بس اللہ کرے پاکستان والے ''لا الہ الا اللہ'' کے ساتھ جُڑ جائیں...... ''محمد رسول اللہ'' کو اپنا لیں...... نماز کے عاشق بن جائیں...... اور جہاد کے دیوانے، متوالے بن جائیں...... رب کعبہ کی قسم...... کوئی بھی ان کو نہیں مٹا سکے گا...... دراصل شیطان نے ہم مسلمانوں پر ''مایوسی'' کا ایٹم بم دے مارا ہے...... مایوسی اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے...... توبہ، توبہ، توبہ...... ارشاد ہوتا ہے:

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے تو وہی مایوس ہوتے ہیں جو کافر ہیں (یوسف، ۸۷)

ارے ہمت والو! تھکو نہیں، بس کسی لمحے قبولیت کی آواز آجائے گی...... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کیلئے برابر لگا رہتا ہے تو...... اللہ تعالیٰ جبرئیل علیہ السلام سے فرماتے ہیں......

میرا فلاں بندہ مجھے راضی کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے...... خوب سن لو اُس پر ہماری رحمت ہے...... جبرئیل علیہ السلام (یہ سن کر) فرماتے ہیں...... ''رحمۃ اللہ علیٰ فلان''، یعنی اُس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے...... پھر عرش

اٹھانے والے فرشتے بھی یہی کہتے ہیں......اور اُن کے ارد گرد والے یہاں تک کہ ساتوں آسمانوں کے فرشتے......پھر یہ حکم (رحمت والا) زمین پر اُتار دیا جاتا ہے......(مسند احمد)

وضو کر رہے ہیں...... کیوں؟ اللہ پاک راضی ہو جائے...... نماز کو دوڑ رہے ہیں...... اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے...... روزے رکھتے ہیں، حج کرتے ہیں......ذکر اذکار میں لگے ہیں...... جہاد میں تھک رہے ہیں...... لوگ گانے سن رہے ہیں اور یہ گانوں سے دور...... فلموں سے دور...... بدنظری سے دور...... کیوں؟ تاکہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے...... صبح شام استغفار......درود، کلمہ کا ورد......خالق کی عبادت اور مخلوق کی خدمت......امانت ایسی کہ دل خوش ہو جائے......تواضع ایسی کہ زمین رشک کرے...... کیوں؟...... تاکہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے......صبح، شام، رات دن کام ہی کام...... بالآخر محبت کا یہ رقص بے تابانہ کام آ ہی جاتا ہے......اور ''رحمۃ اللہ علیہ'' کی صدا سے سات آسمان گونج اٹھتے ہیں......ذرا محبت کی آنکھیں کھولیں...... حضرت آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چند احادیث مبارکہ پڑھتے ہیں:

(۱) جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو ایک بات لکھی......اور وہ اللہ تعالیٰ کے پاس عرش کے اوپر ہے......(وہ بات یہ ہے کہ)

''بے شک میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی''

(متفق علیہ)

اللہ، اللہ، اللہ...... میرا رب بہت رحیم ہے...... بہت رحیم ہے...... بہت رحیم...... جب گناہوں کے بعد مسجد جانے کی توفیق ملے......تب سوچیں کہ...... میرا رب کتنا عظیم ہے......اور رحیم ہے کہ...... اپنے مجرم کو اپنے گھر آنے کی اجازت اور توفیق دی......لوگ تو ٹانگیں توڑ دیتے ہیں......مگر یہاں مجرم کو اپنے گھر میں اپنے سامنے سجدہ کرنے کی اجازت

......اللہ، اللہ، اللہ......

(۲) اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک سو ''رحمتیں'' ہیں......اُن سو میں سے صرف ایک رحمت کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر نازل فرمایا ہے...... اسی رحمت کے سبب جنات، انسان، مویشی اور حشرات آپس میں نرمی اور محبت کرتے ہیں...... اور اسی کے سبب وحشی جانور اپنے بچوں پر شفقت کرتے ہیں......اور ننانوے رحمتیں اللہ تعالیٰ نے مؤخر رکھی ہیں کہ ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر قیامت کے دن رحم فرمائیں گے......

(بخاری، مسلم)

ساری مخلوق...... زمین کی پیدائش سے لیکر قیامت تک صرف ایک ''رحمت'' کے بل بوتے...... طرح طرح کی محبتوں، خدمتوں، اور تعلقات سے سرشار ہے...... ہر ماں کی بچے سے محبت...... اولاد کی والدین سے محبت...... خاوند بیوی کا پیار...... اور معلوم نہیں کیا کیا...... یہ ہوئی ایک رحمت...... اور جب قیامت کے دن ننانوے رحمتیں ٹھاٹھیں ماریں گی تو...... پھر ساری مخلوق کہہ اٹھے گی:

بے شک اللہ تعالیٰ بہت رحیم ہیں...... بہت رحیم ہیں...... بہت رحیم اور مہربان......

(۳) اگر مؤمن اللہ تعالیٰ کی سزا کو جان لے تو کبھی جنت کی توقع نہ کرے اور اگر کافر اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جان لے تو کبھی اُس کی جنت سے مایوس نہ ہو

(بخاری، مسلم)

کوئی شک نہیں...... عظیم مالک...... شدید العقاب ہے...... سخت سزا والا...... سخت پکڑ والا...... قارون زمین میں دھنستا جا رہا ہے...... دھنستا جا رہا ہے...... توبہ، توبہ...... فرعون روز آگ میں جلایا جاتا ہے...... نہ آگ ختم ہوتی ہے، نہ درد ختم ہوتا ہے...... اور نہ عذاب ختم ہوتا ہے...... وہاں کے خزانے ختم ہونے والے نہیں...... مگر رحمت بھی تو ایسی کہ...... اِدھر توبہ اٹھی نہیں کہ اُدھر سے رحمت موسلا دھار برستی ہے...... ایسی رحمت کہ کافر کو اُس کی حقیقت معلوم ہو جائے تو...... کفر پر مرنے کے باوجود جنت کی امید لگانے لگے...... اور ہم اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان میں پڑھ چکے ہیں...... اللہ تعالیٰ نے خود لکھ دیا ہے......

رحمتی سبقت غضبی

کہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی......

ایمان تو نام ہی خوف اور امید کا ہے...... ایسا خوف جس کے آخری سرے پر مایوسی نہیں اُمید ہو...... اور ایسی اُمید جس کے آخری سرے پر غفلت نہیں خوف ہو...... جس کو یہ کیفیت نصیب ہو جائے وہ مبارک باد کا مستحق ہے...... شیطان ظالم یا تو مایوسی میں گرا پھینکتا ہے...... یا غفلت میں بھٹکا دیتا ہے...... مگر شیطان اُن مسلمانوں سے بہت تنگ ہے جو توبہ، استغفار، کسی حال میں بھی نہیں چھوڑتے...... وہ اُن سے گناہ کرواتا ہے...... اور یہ توبہ کر کے اُس گناہ کو نیکیوں سے بدلوا لیتے ہیں...... شیطان سمجھاتا ہے کہ...... تم گندے ہو گئے، خائن ہو گئے، ناپاک ہو گئے...... اب کیسی توبہ...... بس گناہ کرو...... مگر

اللہ تعالیٰ کے بندے پھر اپنے رب کے سامنے کھڑے ہو کر رونے لگتے ہیں...... معافی مالک، معافی مالک، توبہ مالک توبہ...... تب شیطان روتا ہے، پچھتا تا ہے کہ...... کاش میں ان سے گناہ ہی نہ کرواتا......

(۴) میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ...... وہ میری اُمت میں سے ستر ہزار افراد کو بغیر حساب اور بغیر عذاب کے جنت میں داخل فرمائے گا...... اور پھر ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار...... اور تین مٹھیاں میرے رب کی مٹھیوں میں سے......

(احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

سبحان اللہ...... ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار...... اور اللہ تعالیٰ کی تین مٹھیاں...... یہ سمجھانے کے لئے فرمایا...... ہر آدمی اپنے ہاتھ کے تناسب سے مٹھی بھرتا ہے...... جس کا ہاتھ جتنا بڑا...... اُس کی مٹھی بھی اتنی بڑی...... اللہ تعالیٰ جسم سے اور تشبیہ سے پاک ہے...... سمجھانا یہ ہے کہ...... دنیا میں جب کوئی کسی سے خوش ہوتا ہے تو اُسے مٹھی بھر بھر کے مال دیتا ہے...... اللہ تعالیٰ بھی...... رحمت کے ہاتھوں سے بھر بھر کے اس اُمت کے افراد کو جنت میں بلا حساب داخل فرمائیں گے...... بلا حساب جنت...... یہ لفظ پڑھ کر دل کو وجد آجاتا ہے...... یا اللہ ہمیں بھی اپنی رحمت سے ان میں شامل فرما...... اُمت محمدیہ پر اللہ تعالیٰ کے بے شمار احسانات ہیں...... اس اُمت میں شامل ہونے کا ٹکٹ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ہے...... اور نماز اور جہاد اس کلمے کی صداقت کی دلیل ہیں کہ...... واقعی ہم نے دل سے کلمہ پڑھا ہے...... ایک روایت میں تو یہاں تک آتا ہے کہ...... قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہنستے ہوئے تجلّی فرمائیں گے اور ارشاد ہوگا...... اے مسلمانو! میں نے تم میں سے ہر ایک کے بدلے جہنم میں اُس کی جگہ کسی یہودی یا نصرانی کو ڈال دیا ہے......

اللہ اکبر کبیرا...... یہ رحمت بھی اس اُمت کے افراد پر ہوگی...... ہاں مگر یہ بھی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ...... اس اُمت کے کئی افراد بھی اپنے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں ڈالے جائیں گے...... جہاں سزا بھگت کر پھر وہ جنت میں آئیں گے...... یا اللہ! جہنم سے آپ کی پناہ......

اللہ، اللہ، اللہ...... رحمت یا اللہ، رحمت یا اللہ...... جہنم بہت شدید ہے، بہت سخت ہے...... بہت ہی مشکل ہے......

اَللّٰھُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّار......

(۵) جو اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملا کہ وہ دنیا میں کسی کو اللہ تعالیٰ کے برابر نہیں سمجھتا تھا ...... پھر اگر اُس پر پہاڑوں کے برابر گناہ بھی ہوں گے تو اُسے بخش دیا جائے گا......(رواہ البیہقی)

اعلان کر دو مسلمانو! لا الہ الا اللہ...... اللہ تعالیٰ جیسا کوئی بھی نہیں...... وہ اپنی ذات میں بھی ایک...... اپنی صفات میں بھی ایک...... اپنی اطاعت میں بھی ایک...... نہ کوئی اُس کا شریک...... نہ کوئی اُس کا مقابل اور نہ کوئی اُس کا ہمسر...... عبادت صرف اُسی کے لئے...... جینا مرنا صرف اُسی کے لئے...... قربانی صرف اُسی کے لئے...... صرف وہی مشکل کشا، صرف وہی حاجت روا...... اور وہی محبوت حقیقی...... ہم اُسی سے ڈرتے ہیں...... اُس جیسا ڈر کسی اور سے نہیں...... ہم اُسی سے محبت کرتے ہیں اُس جیسی محبت کسی اور سے نہیں...... ہمارا دل بھی اُسی کے لئے، ہماری جان بھی اُسی کے لئے...... اور وہ بہت رحیم ہے، بہت رحیم ہے...... بے حد رحیم ہے...... بہت مہربان......

میرے سامنے اپنے عظیم رب کی رحمت کو بیان کرنے والی بہت سی...... احادیث مبارکہ چمک رہی ہیں...... اللہ، اللہ، اللہ...... اور اُن سے بڑھ کر قرآن پاک کی بعض آیات جن میں بہت امید ہے...... اور رحمت کا کھلا پیغام...... مگر آج اتنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں...... اے مسلمانو! استغفار بہت بڑی نعمت ہے...... یہ انسان کو ادنیٰ درجے سے اٹھا کر اونچے درجے تک لے جاتا ہے...... اور گندے کاموں سے بچا کر اللہ تعالیٰ کے محبوب اعمال میں لگاتا ہے...... اور ناقص اعمال کو...... کامل اعمال میں بدلتا ہے......

اللہ تعالیٰ کی رحمت دل میں بٹھاؤ...... اور استغفار کی صبح، شام رات دن اور سحری کے وقت کثرت...... ان شاء اللہ اجتماعی، اور انفرادی مسائل بھی حل ہوں گے...... اور ہم اپنے عظیم رب کی رحمت کے بھی ان شاء اللہ مستحق بن جائیں گے......

استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم و اتوب الیہ

لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اللھم صل علیٰ سیدنا محمد والہ وصحبہ وبارک وسلم تسلیما کثیرا کثیرا...

لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

★...★...★

سرپرائز

قسط اول

رافعہ میمونہ

شافعہ کھڑی تھی کعبہ کے سامنے آنکھوں سے اس کے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔ وہ اپنی اس خاص عنایت پر رب کے حضور شکر گزار تھی لب پہ اس کے جاری تھا۔

شکر ہے تیرا خدایا میں تو اس قابل نہ تھی
تو نے اپنے گھر بلایا میں تو اس قابل نہ تھی
کتاب اللہ کی دولت سے نوازا میں تو اس قابل نہ تھی
تیری رحمت تیری شفقت سے ہوا مجھے نصیب
یہ فضل باری ہے جو کھڑی ہوں تیرے دربار میں

★...★...★

آج شافعہ بہت خوش تھی اس کے انگ انگ سے خوشی پھوٹ رہی تھی۔ بات تھی ہی کچھ ایسی، اس کا حفظ قرآن کمپلیٹ ہوا تھا دو سال کے کم عرصے میں، اسکے بابا جانی نے اسے کہا کہ اسے خاص سرپرائز دیں گے۔

وہ جب سے مدرسہ سے آئی تھی بہت آکسائیٹڈ تھی اور سوچ میں گم تھی کہ وہ سرپرائز کیا ہوگا۔ ڈفرنٹ چیزیں اس کے دماغ میں گردش کر رہی تھیں۔

عبد الرحمن صاحب اور سلمہ خاتون کا تعلق دین دار فیملی سے تھا۔ ان کے تین بچے تھے۔ بڑی شافعہ، دوسری نافلہ اور تیسرے نمبر میں ان کا بھائی حذیفہ تھا۔ شافعہ اور نافعہ میں ایک سال کا فرق تھا۔ حذیفہ نافعہ سے دو سال چھوٹا تھا۔ شافعہ نے پرائمری تک تعلیم حاصل کی تھی اسکے بعد اسے مدرسہ میں داخل کر دیا۔ وہ بلا کی ذہین تھی۔

عبد الرحمن صاحب کو قرآن پاک سے بہت شغف تھا۔ وہ چاہتے تھے ان کے بچے حفظ کریں۔ شافعہ کو حفظ میں ڈالنے کے ایک سال بعد نافعہ کو بھی مدرسہ میں ڈال دیا گیا۔ حذیفہ چھوٹا تھا، اور تیسری کلاس میں پڑھتا تھا۔ ان کا ارادہ حذیفہ کو حافظ اور عالم دین بنانے کا تھا۔ وہ ان کی تربیت بھی دینی نہج پر کر رہے تھے۔

یہ سچ تھا کہ جب سے انھوں نے شافعہ کو

مدرسہ ڈالا تھا تب سے کاروبار زیادہ ترقی کر رہا تھا۔ان کا کہنا تھا یہ سب قرآن پاک کی برکت کی وجہ سے ہے ۔انہوں نے شافعہ سے وعدہ کیا کہ وہ اس کو ایک زبردست سرپرائز دیں گے، جو اس کی سوچ سے بھی بڑھ کر ہوگا۔

”ارے شافعہ !بابا جانی کیا سرپرائز دیں گے؟اس بارے میں تم نے سوچا؟“

نافعہ اس کے ساتھ بیٹھتے ہوئے بولی۔

”نہیں نافی!میرے علم میں نہیں نہ جانے کیا ہوگا، جو بھی ہوگا،اچھا ہی ہوگا“

”چلو میرا مشورہ سنو! کاپی،قلم لو اور بیٹھ کر لکھو جو کچھ تمہارے ذہن میں ہے ۔دیکھنا ہے تمہاری رسائی وہاں تک ہوجائے گی؟“

” دیکھو! آج تمہاری وجہ سے میری بھی جلدی چھٹی ہوگئی، بابا جانی تو شام کو آئیں گے بڑا ٹائم پڑا ہے سوچو میری بہن سوچو!“

★...★...★

”امی جان!امی جان! میں نے مدرسہ میں مٹھائی بھجوانی ہے۔“

”اوہو! فکر کیوں کر رہی ہو؟“ وہ شافعہ کا ماتھا چومتے ہوئے بولیں۔

”آج کا دن کتنا اچھا ہے ۔جمعرات کا یہ سپیشل دن بن گیا ہے ۔کیونکہ ہمارے گھر قرآن آیا ہے ۔پریشان مت ہو۔

میں تمہارے بابا کو فون کرتی ہوں۔آج ہی تمہاری خوشی سیلیبریٹ کریں گے۔قرآن پاک سے بڑھ کر کوئی خوشی نہیں ۔دیکھو کھانا بھی تمہاری پسند کا ہے۔تمھیں لوکی پسند ہے ناں؟“

”کیوں نہیں امی جان! یہ سنت رسول ہے اور مجھے پسند ہے“ وہ امی جان کے گلے میں باہیں ڈالتے ہوئے بولی۔

”امی جان!امی جان! حذیفہ آگیا ہے۔سب کھانا کھاتے ہیں کتنا اچھا ہوگا، بابا جانی بھی ہمارے ساتھ ہوتے؟“

”نہیں بیٹا! وہ ابھی نہیں آسکتے۔ شام کو ہمارے ساتھ ہونگے۔“

نافعہ نے دستر خوان لگوایا۔سب بیٹھ کر کھانا کھانے لگے۔کھانے کے بعد حذیفہ نے وضو بنایا۔

”امی جان! میں مسجد جارہا ہوں نماز پڑھنے ،پھر سبق پڑھ کر آؤں گا۔“

”امی جان! پلیز بابا جان کو کال کریں!“ شافعہ اور نافعہ سر جوڑے بیٹھی تھیں۔

”جاؤ نافعہ!اندر سے فون لے آؤ!“

”السلام علیکم! آپ آج جلدی آنے کی کوشش کریں!شافعہ کا حفظ کمپلیٹ ہوگیا ہے“

دوسری طرف کی بات سن کر فون رکھا۔

”عصر پڑھ کر آجائیں گے۔رات گئے تک انتظار نہیں کرنا پڑے گا“

”اوہ شکر ہے خدا کا“ شافعہ نافعہ بالکل خاموش بیٹھی تھی کہ ڈور بیل بجی۔ شافعہ دوڑی مگر اس

سے پہلے ہی حذیفہ نے دروازہ کھول دیا۔

"السلام علیکم" عبد الرحمن صاحب سلام کرتے ہی اندر داخل ہوئے۔

"وعلیکم السلام! بابا جان آپ کے ہاتھوں میں کیا ہے؟"

"شافعہ بیٹے!"

"آئی بابا جان!"

حذیفہ نے دروازہ بند کیا۔

"مبارک ہو بیٹا! یہ لو مٹھائی، بہت خوش ہوئی" وہ اس کا ماتھا چومتے ہوئے بولے۔

"کیا اس طرح بابا جانی کو لے کر کھڑے رہو گے۔ بیٹھ کر بات کرو!" سلمیٰ خاتون یہ کہہ کر کچن میں داخل ہوگئی۔ وہ چائے بنانے لگیں۔

"چلو دستر خوان بچھاؤ اور برتن رکھو! سب بیٹھو! چائے پئیں! پلیٹ بھی لے آنا مٹھائی ڈالیں گے۔" شافعہ نے نافعہ سے کہا۔

"ایک کے بجائے دو ڈبے؟" حذیفہ بولا۔

"ہاں بھائی شافعہ نے مدرسہ لے کر جانا ہے۔" سلمیٰ خاتون سب کو کو چائے ڈال کر دینے لگیں۔ عبد الرحمن صاحب نے ڈبہ کھولا اور گلاب جامن نکال کر اسکے منہ میں ڈالا۔ شافعہ نے بھی تیزی سے ایک گلاب جامن نکالا اور بابا جانی کے منہ میں ڈالا اور ایک امی جان کے منہ میں۔

"یہ آپ کی بیٹی کے حفظ کی خوشی میں"

"بھائی ہمیں ایسے ہی چھوڑ دیا ہم بھی کھائیں گے" شافعہ نے ہنستے ہوئے ایک گلاب جامن نافعہ اور ایک حذیفہ کے منہ میں ڈالا۔

"آج میں بہت فخر محسوس کر رہا ہوں کہ میں حافظ قرآن کا باپ بن گیا ہوں۔ کیونکہ حدیث کا مفہوم ہے کہ حافظ قرآن کے باپ کو قیامت کے دن جو تاج پہنائے جائیں گا اسکی روشنی سورج سے زیادہ تر ہوگی تو حافظ قرآن کا کیا مقام ہوگا؟ اور ایک اور بات ایک باعمل حافظ قرآن ۱۰ بندوں کو جنت میں لے کر جائے گا، ۱۰ بندوں کی سفارش کرے گا جو جہنم کے مستحق ہو چکے ہونگے۔

"یہ میرے لیے اور خود شافعہ کے لیے ایک اعزاز کی بات ہے"

"بابا جانی! فکر مت کریں اگلے سال آپ ایک اور حافظ قرآن کے باپ بن جائیں گے۔"

"آپ کے تو کیا کہنے، مگر شافعہ کی کیا بات ہے ہمارے گھر میں محلے میں خاندان میں پہلے نمبر پر ہے۔

نافعہ خوشی تمہاری بھی ہے کیونکہ ایک تاج اور ہو جائے گا، میں تو تین تین تاج لوں گا۔"

سب ہنسنے لگے، مگر شافعہ کی مجھے خوشی بہت ہے، شافعہ کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا۔

"واقعی بابا جان! اٹس اوکے میں اداس ہوں، واقعی شافعہ کی جگہ میں نہیں لے سکتی، ہر کسی کی اپنی جگہ ہوتی ہے، ہر کسی کا مقام ماں باپ کی نظر میں الگ ہوتا ہے۔"

"سلمیٰ! شافعہ کے لیے رات کو کیک بیک کر لینا، ڈنر کے بعد کھائیں گے۔"

"بابا جان! آپکی شافعہ بڑی ہوگئی ہے وہ خود بیک کرلے گی۔کیوں نافعہ؟"

"بابا جان ہم ملکر کریں گے بیک"

"بیٹی! ٹھیک ہے"

"اور رات کیک کھاتے ہوئے خاص موضوع پر بات ہو گی، جس کا سب کو انتظار ہے۔" سلمیٰ خاتون بولیں۔مغرب کے بعد شافعہ اور نافعہ کچن میں آگئیں۔

"سنو! دونوں کان کھول کر کچن میں پھیلاوا مت کرنا، صرف کیک بیک نہیں کرنا ہے سمیٹنا بھی ہے، میرا کام مت بڑھانا۔"

"امی جان! بے فکر رہیں شکایت کا موقع نہ دیں گے" شافعہ نے کچن کے کیبن سے کچھ ڈھونڈتے ہوئے کہا۔

"یہ لو نافی! انڈے توڑ کر باؤل میں ڈالو! اور اب اس کو اچھی طرح سے پھینٹ لو! ڈوئی وہاں پڑی ہے۔" شافعہ چیزیں نکال کر ٹیبل پہ رکھنے لگی۔

"یہ لو! یہ شگر گرینڈ کر کے ڈالو اور میں فریج سے بٹر نکالتی ہوں۔"

لاؤ میں بٹر ڈالوں، پکوان کی بک کہاں ہے؟ ریسیپی دیکھ لیتے ہیں"

"جاؤ! کمرے میں شیلف میں بک پڑی ہوگی، جلدی سے لاؤ"

"یہ لو بک! ارے ریسیپی کہاں گئی، کیا کیا چیز ڈلے گی اس میں ونیلا نہیں"

"ادھر کرو میں ڈالوں اس میں، دو تین ڈراپس سے زیادہ مت ڈالنا۔اب میدہ اور بیکنگ پاؤڈر ڈالو! کب تک آئے گا یہ حذیفہ پتہ نہیں دکان میں جا کر سو جاتے ہیں۔"

"آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے سو جاتے نہیں سو جاتا ہے۔واحد ہے جمع نہیں سو جاتے ہیں بول رہی ہو۔" شافعہ نے کہا۔

"کیوں شافی! بال کی کھال اتار رہی ہو، اور سنو! بال کی نہیں، بات کی کھال اتار رہی ہوں جو تمہیں نظر نہیں آتی۔"

"زبان کے ساتھ ہاتھ بھی چلالو تو اچھا ہے۔"

"جلدی تیز تیز ہاتھ چلاؤ ورنہ ہوا کیک بیک اور کھالیا سب نے"

"یہ لو آپی! کوکونٹ پاوڈر"

"اتنی دیر کیوں لگائی؟" نافعہ نے حذیفہ کو گھورتے ہوئے کہا۔وہ اونچا ہو کر دیکھنے لگا۔

"کیا دیکھنے لگے تمہارے بس کی بات نہیں، چلو یہاں سے"

"دیکھاؤ تو سہی باؤل، کھانے کے قابل ہونا چاہیئے، یہ نہ ہو ہم کھا ہی نہ سکیں، تمہاری ساری محنت پر پانی پھر جائے۔"

"جاؤ! یہاں سے۔امی جان! حذیفہ کو بلائیں، تنگ کر رہا ہے۔"

''حذیفہ! حذیفہ! میرے پاس آؤ! بہنوں کو تنگ مت کرو!''

''آیا امی جان! تمہیں تو میں بعد میں دیکھوں گا''

''جلدی سے کوکو پاؤڈر ڈالو، بیٹ کرو''شافعہ برتن اتارنے لگی۔

''اس کے چاروں طرف بٹر لگاؤ! بٹر پیپر کہاں ہے؟ بٹر پیپر لگاؤ اب اس میں آمیزہ ڈالو!''

نافعہ نے انگلی منہ میں ڈالی، ذائقہ تو اچھا ہے۔

''پاگل! کیسے کچا آمیزہ چکھ رہی ہو، اوہوں، میرا دل خراب ہو رہا ہے۔''

''زیادہ ستھری مت بنو شافی!''

انہوں نے برتن میں ڈال کر مائیکروا وون پہ بیک ہونے کے لیے رکھا، تیس منٹ میں بیک ہو جائے گا۔

''شافعہ! ڈیکوریٹ کرنے کے لیے چیزیں ٹیبل پر رکھیں! نافی! یہ جیلیز لے کر آؤ وہاں کیبن میں پڑی ہیں''

وہ کریم بیک کرنے لگی، نافعہ نے کاغذ کی کون بنائی اس میں کریم ڈالی۔

''ارے! ہو گیا کیک بیک کتنی مزے دار خوشبو آرہی ہے۔''شافعہ اون سے کیک نکالنے لگی۔

''واؤ کتنا خوبصورت ہے چھری دو اس کی سلائس کاٹوں''انہوں نے کیک ٹھنڈا ہونے کے لیے رکھا۔ پہلے سلائس کاٹ کر کریم لگائی، دوسرے میں اسٹابری جیم لگایا، پھر اسکے اوپر ایک اور سلائس رکھا۔ جیلیز اور پنیر لگائی، کریم سے ڈیزائنگ کی درمیان میں اپنا نام لکھا، حافظہ شافعہ۔

''شکر ہے شافی! تم نے پانچ فلاور بنائے ہیں، سب کا ایک ایک، بیوٹی فل لک۔''

نافعہ نے اس کو اٹھا کہ فریزر میں رکھا۔

''نافی! یقین نہیں آرہا کہ ہم نے کیک بیک کیا ہے۔ چلو تم مجھے برتن اٹھا کر دو میں جلدی سے برتن دھوؤں تو تم ساری چیزیں سمیٹ دو، وہ تیز تیز ہاتھ چلانے لگیں۔''

''ارے لڑکیو! کتنا رہ گیا تمہارا کام؟ میں نے کھانا بنانا ہے۔''

''امی جان! ہو گیا۔''

شافعہ ہاتھ دھوتے ہوئے بولی۔

''بھئی واہ! کچن تو تم نے چمکا دیا، چلو بڑے کمرے میں دستر خوان بچھاؤ!''

''امی جان! آپ نے تو نماز پڑھ لی ہوگی، ہم بھی اب پڑھ لیتے ہیں''

''شافعہ! تم نے شکرانے کے نوافل ادا کیے؟''سلمی خاتون بولیں۔

''امی جان! بے فکر رہیں۔ باجی جان نے مدرسہ میں ہی پڑھ لیے تھے۔''

ڈوربیل کی آواز آئی۔

''نافعہ دروازہ کھولو! بابا جانی اور حذیفہ نماز پڑھ کر آئے ہونگے۔ میری نماز کمپلیٹ ہوگئی ہے

میں بقیہ چیزیں رکھتی ہوں۔''

''اتنی دیر کیوں لگا دی، بابا جانی؟'' اس نے بابا جانی کے ساتھ اندر کا رخ کیا۔

''نافعہ آپی دروازہ لاک کیے بغیر ہی چلی گئی''

''تم کس مرض کی دوا ہو، آخر میں تم آئے ہو تم ہی دروازہ بند کرو!''

''بابا جانی! ہاتھ دھو کر اندر آجائیں کھانا ریڈی ہے، آپ کا انتظار تھا۔''

سب کھانے کے لیے بیٹھ چکے تھے۔ بہت خوشگوار ماحول میں کھانا کھایا، شافعہ اٹھ کے برتن سمیٹنے لگی۔

''بابا! بولیں ناں کیا سر پرائز ہے؟ شافعہ آپی کے لیے، وہ بہت اکسائیٹڈ ہے۔''

''جلدی سے یہاں آ کر بیٹھو! کیک ریڈی ہے تو وہ بھی لے آؤ!''

''ابھی لائی بابا جان!''

نافعہ تھوڑی سی دیر میں کیک لے آئی۔ اس نے جیسے ہی کیک اوپن کیا۔

''واہ! بھئی واہ! میری بچیوں نے زبردست کیک ریڈی کیا، بہت اچھا ہے۔''

''ارے بابا جان! اس کی صرف خوبصورتی پر مت جائیں سیرت بھی دیکھ لیں نہ جانے کیا کیا ڈالا ہے ٹیسٹ کیا ہوگا۔ حذیفہ نے شافعہ اور نافعہ کو چڑاتے ہوئے کہا۔

''نہیں بیٹا! ایسا نہیں کہتے کسی کا دل توڑنا بری بات ہے۔ یقیناً ٹیسٹ بھی زبردست ہوگا، مجھے اپنی بچیوں پر بھروسہ ہے۔''

''باتوں میں ہی پورا کرنا ہے یا کیک کٹ بھی کرنا ہے۔'' نافعہ بولی، سلمی خاتون ہنسنے لگیں۔

''ٹھیک کہہ رہی ہو بیٹا! کتنا خوبصورت لگ رہا ہے اوپر میری بیٹی کا نام کیسے جگمگا رہا ہے۔ کس کا آئیڈیا ہے؟''

''یہ لیں چھری بابا جان! آپ کاٹیں!''

''نہیں شافعہ! آج آپ ہی کاٹیں گی۔''

''چلیں میں آپ کا ہاتھ پکڑ کر کٹواتی ہوں۔''

پھر بابا جانی اور شافعہ نے کیک کاٹا۔ باقی سب پیس بابا جانی نے بنائے۔

''یہ نام والا تو شافعہ کی پلیٹ میں ہی جائے گا''

(باقی آئندہ)

توجہ فرمائیں!

معزز کہانی نگار اپنی تحریروں میں انگریزی الفاظ کا بے جا استعمال کرنے سے گریز فرمائیں۔

کہانی اردو میں ہی لکھا کریں!

ادارہ

★...★...★

پیارے بچو! کوہ قاف کی پریوں کی کہانیاں تو آپ نے پڑھ رکھی ہوں گی۔آج ہم آپ کو کوہ قاف کے ساتھ آباد ایک وادی کی کہانی سناتے ہیں۔

ہاں تو سنیے! کوہ قاف کے ساتھ ہی ایک اور وطن آباد تھا۔اس وطن کو وادی خوش حال کہا جاتا تھا۔

وادی خوشحال کے لوگ ہنسی خوشی زندگی بسر کر رہے تھے۔ان کے شب و روز قہقہوں اور مسکراہٹوں سے سجے ہوئے تھے۔انھیں کسی بھی چیز کی کوئی پریشانی نہیں تھی۔

وہ وقت پہ فصلیں کاشت کرتے اور وقت پہ غلہ اٹھاتے۔مل جل کر کام کرنے سے کام میں خوب برکت بھی ہوتی تھی اور سب کا جی بھی لگا ہوا تھا۔

ایک دن وہ سب کام کاج میں مصروف تھے کہ اچانک ایک اجنبی چھابڑی فروش ان کے علاقے میں آنکلا۔

اس نے رنگارنگ چیزیں اٹھا رکھی تھیں۔ شکل وصورت سے تو وہ بہت معصوم دکھائی دیتا تھا لیکن درحقیقت اس کے ارادے برے تھے۔

وہ بظاہر تو ایک معمولی سا تاجر نظر آتا تھا لیکن درپردہ اس کے عزائم کچھ اور تھے۔

وہ تو ایک خطرناک دیو تھا اور اس نے تاجر کا بھیس بنایا ہوا تھا۔

اس کا منصوبہ یہ تھا کہ وہ کسی طرح اس وادی پہ قبضہ کرلے۔اس نے دیکھا کہ وہاں کے لوگ تو بڑے متحد ہیں لہٰذا اس نے ان کا اتحاد توڑنے کی کوششیں شروع کردیں۔

اس نے وادی خوش حال کے چند اہم سرداروں کو قیمتی اشیاء بطور تحفہ دے کر انھیں اپنے جال میں پھنسانا شروع کردیا۔

اس نے ان سرداروں کو دوسرے سرداروں کے خلاف اکسانا اور ورغلانا شروع کر دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کی لگائی ہوئی نفرت کی آگ بھڑکنے لگی اور لوگوں کے بیچ محبت وخلوص

دم توڑنے لگا۔

اب وادی خوش حال کے باشندے متحد نہیں رہے تھے۔ان کے دل الگ الگ ہو چکے تھے۔ایسے میں ایک روز دھم دھم کی آوازیں سنائی دیں۔

لوگوں نے دیکھا کہ ایک سفید فام،سیاہ دل والا دیوان کے سامنے سینہ تانے کھڑا تھا۔عجیب بات یہ تھی کہ اس دیو کی شکل اس چھابڑی فروش جیسی تھی،گویا وہ نام نہاد تاجر اب کھل کر سامنے آچکا تھا۔وہ دیو دھاڑا:

”میں ہوں غلامی کا دیو،مجھے مان لو ورنہ مارے جاؤ گے۔“

سب لوگ مارے دہشت کے اس کے آگے جھک گئے اور یوں وادی خوش حال غلامی کا شکار ہو گئی۔چند باغیرت لوگوں نے دیو کی غلامی سے کھلم کھلا انکار کیا تو دیو انھیں کچا چبا گیا۔

یہ دیکھ کر لوگ ڈر گئے لیکن ان کی خفیہ کوششیں جاری تھیں۔

اس دوران نیک دل لوگوں نے دعائیں جاری رکھیں اور پھر ان کی دعائیں رنگ لائیں۔

وادی کے کچھ جوانوں نے ایک پہاڑی غار میں مشورہ کیا کہ ہمیں دیو کو شکست دینے کے لیے شہزادی آزادی کو بلانا چاہیے لیکن شہزادی آزادی کو بلانے کی ایک شرط تھی اور وہ کافی مشکل تھی۔

شرط یہ تھی کہ اگر وادی خوش حال میں آزادی کے سو درخت لگا دیے جائیں اور ان پہ پھل لگ جائیں تو شہزادی آجائے گی۔اب باہمت لوگوں نے اس شرط کو پورا کرنے کی ٹھان لی۔

انہوں نے درخت لگائے اور ان کی حفاظت کے لیے دن رات ایک کر دیے۔اس دوران غلامی کا دیو اِن پہ بہت غضب ناک ہوا۔

بے چارے لوگ محنت سے آزادی کے درخت لگاتے لیکن وہ یہ درخت اکھاڑ پھینکتا تھا۔قصہ مختصر لوگوں کی بے شمار قربانیوں کے بعد سو درخت لگا دیے گئے اور ایک روز ان پہ پھل بھی لگ گئے۔

پھلوں کا لگنا تھا کہ یکا یک شہزادی آزادی چکا چوند روشنیوں کے ہمراہ آن پہنچی۔اس نے غلامی کے دیو کو مار بھگایا اور یوں وادی خوش حال پھر سے آزاد ریاست بن گئی۔

پتا ہے بچو،اس دن کیا تاریخ تھی،جس دن ریاست کو آزادی ملی تھی اور شہزادی آزادی نے سب کو پھولوں کا تحفہ پیش کیا تھا؟

ارے نہیں پتا؟ چلو ہم بتاتے ہیں اس دن کی تاریخ!! ہاں تو وہ تاریخ تھی چودہ اگست انیس سو سینتالیس۔ایک تاریخی دن،آزادی کا دن۔

آپ سب کو یوم آزادی مبارک ہو!

★...★...★

بچے کی غیرت وحمیت

دانیال حسن چغتائی

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے اور اپنے اصحاب کو دین کی باتیں بتا رہے تھے اور ان کی تربیت و تزکیہ فرما رہے تھے۔

اس مجلس میں ایک نوخیز لڑکا بھی موجود تھا جس کا دل دولت ایمان سے مالا مال اور حکمت اسلامی سے لبریز تھا۔

وہ مجلس سے اُٹھ کر چھوٹے چھوٹے قدموں سے چلتا ہوا سیدھا اپنے چچا جلاس بن سوید کی خدمت میں حاضر ہوا جس کی عمر کوئی ساٹھ سال کی ہو چکی تھی، لیکن اس کے دل میں نفاق سخت چٹان کی شکل اختیار کر چکا تھا۔ وہ دیگر مسلمانوں کے ساتھ مل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتدا میں پانچوں وقت نمازوں کی ادائیگی کرتا تھا، روزے رکھتا تھا، اور خانہ کعبہ کی زیارت (عمرہ) بھی کرتا تھا مگر اس کے باوجود وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی رسالت کو جھٹلاتا تھا۔

معصوم بچہ گویا ہوا:

”چچا جان! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت کے بارے میں فرماتے ہوئے سنا تو مجھے ایسا لگا جیسے میں اپنی ان آنکھوں سے قیامت کو دیکھ رہا ہوں۔“

چچا جلاس بن سوید اپنے نوخیز بھتیجے سے یوں مخاطب ہوا:

”او بچے! قسم اللہ کی، اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں تو ہمارے بزرگ کیا گئے گزرے ہیں؟“

یہ سننا تھا کہ بچے کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور اس کا جسم تھرا سا گیا۔ ایسا لگا جیسے کسی نے اس

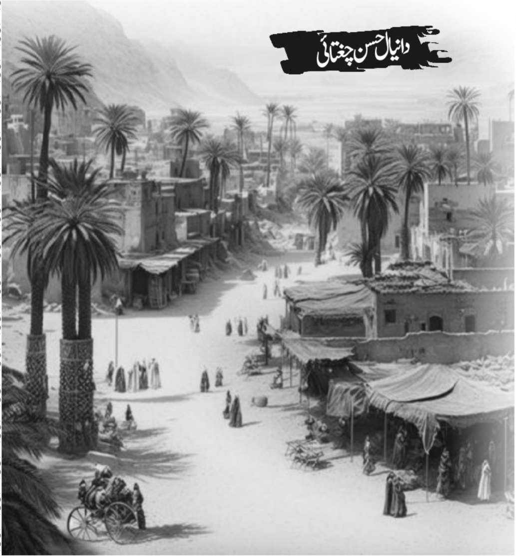

کے ضمیر کو جنجھوڑ دیا ہو چنانچہ وہ طیش میں آ کر بولا:

"چچا جان! اللہ کی عزت کی قسم! آپ لوگوں میں سب سے زیادہ مجھے محبوب تھے لیکن اب میری نگاہ میں آپ سے زیادہ مبغوض کوئی نہیں ہے۔

چچا جان! اب دو میں سے صرف ایک ہو سکتا ہے، یا تو میں آپ کی لب کشائی کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع نہ دے کر اللہ اور اس کے رسول کے معاملے میں خیانت کا مرتکب ہو جاؤں یا پھر آپ کے گستاخانہ کلمات سے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آگاہ کر دوں، اور پھر جو ہو سو ہو!"

جلاس بن سوید بولا:

"بیٹا ابھی تو ایک ناسمجھ بچہ ہے، لوگ تیری بات کی تصدیق تو کریں گے نہیں (بھلا تیری بات کون سنے گا؟) جاؤ تم جو کہنا چاہتے ہو کہو۔"

چھوٹا سا بچہ اپنے ننھے منے قدموں سے چلتا ہوا بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیٹھ کر گویا ہوا:

جلاس بن سوید جو میرا چچا ہے اللہ اور اس کے رسول کی شان میں گستاخی کر کے خیانت کا مرتکب ہوا ہے۔ میں پہلے اللہ کی بارگاہ میں اور پھر آپ کے سامنے اس سے بیزاری کا اعلان کرتا ہوں۔

پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: بچے! یہ تو بتا آخر اس نے کہا کیا ہے؟ بچے نے کہا: میرے چچا نے یہ گستاخ آمیز جملہ کہا ہے اور پھر چچا کی بات دہرائی۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو جمع فرمایا اور ان سے اس معاملہ مشورہ طلب کیا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! یہ چھوٹا بچہ ہے، آپ اس کی تصدیق نہ کریں، یہ تو اپنی بات کا مطلب بھی نہیں سمجھتا، جبکہ جلاس بن سوید ایک عمر رسیدہ اور ہوش مند آدمی ہے اور اکثر ہم لوگوں کے ساتھ نماز کی ادائیگی بھی کرتا رہتا ہے۔

صحابہ کا یہ مشورہ سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے اور اس چھوٹے بچے کی تصدیق نہ فرمائی۔ جب اس معصوم بچے نے فیصلہ اپنے خلاف سنا تو اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ کر موتیوں کی لڑی کی طرح ٹپ ٹپ اس کے سرخ رخساروں پر گرنے لگے اور اس کے جسم پر کپکپی طاری ہو گئی۔ اس نے انتہائی حزن و ملال اور رنج وغم کے عالم میں آسمان کی طرف اپنی نظر اٹھائی اور اس ہستی کی طرف متوجہ ہو گیا جو باریک بین ہے اور جس سے کوئی بھی چیز مخفی نہیں سے کوئی بھی چیز بھی نہیں بلکہ وہ تو دلوں کے حالات سے بھی واقف ہے۔ پھر اس نے یہ دعا کی:

"اے پروردگار! اگر میں اپنی بات میں سچا ہوں تو تو مجھے سچا ثابت کر دے اور اگر میں جھوٹا ہوں تو پھر میرا جھوٹ آشکار فرما دے۔"

راوی کا بیان ہے کہ اللہ کی قسم! ابھی وہ بچہ اس مجلس سے رخصت بھی نہیں ہوا تھا اور مسجد کے

اندر ہی بیٹھا تھا کہ حضرت جبرائیل امین ساتویں آسمان کے اوپر سے اس کی تصدیق کا پروانہ لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہو گئے:

''یہ منافقین اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ انھوں نے (کچھ) نہیں کہا حالاں کہ انھوں نے یقیناً کلمہ کفر کہا اور وہ اپنے اسلام (کو ظاہر کرنے) کے بعد کافر ہو گئے۔'' (سورہ توبہ آیت 74)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جلاس بن سوید کو بلا کر پوچھا تو وہ اپنی بات سے مکر گیا اور قسم کھا کر کہنے لگا کہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف کچھ بھی زبان درازی نہیں کی ہے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''(یہ منافقین) اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ انھوں نے (کچھ) نہیں کہا حالاں کہ انھوں نے یقیناً کلمہ کفر کہا اور وہ اپنے اسلام (کو ظاہر کرنے) کے بعد کافر ہو گئے۔''

اے جلاس! تم نے اللہ کے ساتھ کفر کیا ہے، اب تم اللہ تعالیٰ سے توبہ کر و کیوں کہ یہ اسی پروردگار کا فرمان ہے:

''سو اگر یہ (اب بھی) توبہ کر لیں تو ان کے لیے بہتر ہے۔'' (سورہ توبہ آیت.75)

اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس چھوٹے بچے کو اپنی خدمت میں بلا کر اس سے فرمایا:

''اس خوش نصیب بچے کو خوش آمدید جس کی تصدیق اس کے پروردگار نے سات آسمانوں کے اوپر سے کر دی ہے۔''

پیارے بچو! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ صداقت و نجابت اور غیرت و حمیت کا یہ معصوم بچہ وہی جلیل القدر صحابی ہے جس کو تاریخ ''عمیر بن سعد بن عبید بن نعمان انصاریؓ'' کے نام سے جانتی ہے اور جن کی صداقت کے بارے میں جب قرآن نازل ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا کان پکڑ کر فرمایا تھا:

''اے بچے! تیرے کان نے ٹھیک سنا اور تیرے پروردگار نے تیری تصدیق فرما دی۔''

یہی عمیر بن سعد ہیں جن کو حضرت عمر بن خطابؓ نے حمص کا گورنر بنا کر بھیجا تھا اور جو شام میں سکونت پذیر ہو گئے تھے اور وہیں وفات پائی۔

★...★...★

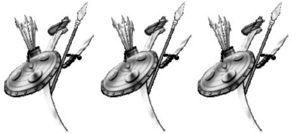

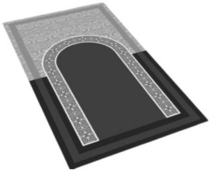

چالیس احادیث — چالیس کہانیاں

محمد فیصل علی

کیسا انعام؟

جنید ایک شریر لڑکا تھا۔ سب گھر والے اس کی شرارتوں سے بہت تنگ تھے۔ سکول سے بھی آئے روز اس کی شکایتیں ملتی رہتی تھیں۔

جنید کے والدین بہت پریشان تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ جنید اچھا بچہ بن جائے۔

ایک دن جنید کی امی کو ایک ترکیب سوجھی۔

انھوں نے جنید کو بلایا اور کہا:

”کیا تمھیں انعام جیتنا ہے؟“

”کیسا انعام؟“ وہ چونک پڑا۔

”پہلے ہاں یا ناں میں جواب دو پھر بتاؤں گی۔“ امی نے پراسرار انداز میں کہا۔

”ٹھیک ہے مجھے چاہیے انعام۔“

جنید کی بات سن کر امی مسکرا دیں پھر انھوں نے چپکے سے کہا:

”تم نے آج کا پورا دن شرارتوں کے بغیر گزارنا ہے۔

اگر آج شام تک تمھاری کوئی شکایت نہ ملی تو میں تمھیں تمھاری پسند کا ایک کھلونا لے دوں گی۔“

”کیا واقعی؟“

جنید خوشی اور حیرت سے اچھلا۔

”بالکل!“ امی مسکرائیں۔

”ٹھیک ہے، مجھے قبول ہے۔“ جنید نے کہا اور ادھر دروازے کے باہر سے گزرتے احسن نے بھی ساری بات سن لی۔

احسن جنید کا بڑا بھائی تھا۔ اس نے یہ بات باقی بہن بھائیوں کو بھی بتا دی۔ اب وہ سب یہ

کوشش کرنے لگے کہ کسی طرح جنید کو انعام نہ مل سکے۔ وہ سب اسے چھیڑنے لگے تاکہ جنید بھی جواب میں کوئی شرارت کرے اور امی سے کیا گیا وعدہ توڑ ڈالے۔

جنید بھی سمجھ دار تھا۔ وہ ہوشیار تھا۔ وہ ان کی کڑوی کسیلی باتیں اور ہنسی مذاق کو ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکالتا رہا۔

وہ حق پر ہوتے ہوئے بھی چپ رہا اور صبر کرتا رہا۔ سارا دن یہی ہوتا رہا۔ پھر بالآخر شام ہو گئی۔ امی نے جنید کو مبارک باد دی اور بولیں:

''شاباش جنید! تم نے دنیاوی انعام کے لیے خوب محنت کی اور وہ انعام، میں تمھیں ابھی لے دوں گی۔ لیکن کیا تم آخرت کے قیمتی انعام کے لیے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے تحفے کی خاطر اچھے کام نہیں کرو گے؟ اور برے کام نہیں چھوڑو گے؟''

امی کا لہجہ حد درجے عجیب تھا۔ ان کی بات سیدھی جنید کے دل پر لگی۔

''اوہ اوہ! میں کس قدر بھول میں تھا۔'' جنید اچھل پڑا۔ اس کی آنکھوں میں ندامت چھا گئی۔

اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان یاد آ گیا تھا:

''مَنْ تَرَکَ الْمِرَاءَ وَھُوَ مُحِقٌّ، بُنِیَ لَهٗ فِیْ وَسَطِھَا۔''

(ترمذی، ابواب البر، رقم: ۱۹۹۳)

ترجمہ: ''جس نے حق پر ہوتے ہوئے بھی جھگڑا چھوڑ دیا، اس کے لیے جنت کے درمیان ایک محل بنایا جائے گا۔''

★...★...★

تری غلامی کے صدقے

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ ایک غلام تھے، ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خرید کر آزاد کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب انھیں آزاد کیا تو فرمایا:

'' ثوبان! اب تم ایک آزاد آدمی ہو، اپنی مرضی کے مالک و مختار ہو۔

جو تمہارے دل میں آئے کرو، چاہے میرے ساتھ رہو یا اپنے خاندان والوں میں چلے جاؤ۔''

انھوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! اگر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ رہوں گا تو مجھے کیا ملے گا؟''

فرمایا: ''میرے اہل بیت میں شمار کیے جاؤ گے؟

عرض کی: ''یارسول اللہ! اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہو سکتی ہے؟ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اہل بیت بن کر رہوں گا، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کو اپنے خاندان پر ہر حال میں ترجیح دوں گا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہر خدمت بجالاؤں گا۔''

(مراسلہ: محمد عمیم)

56

سلطان ٹیپو شہید رحمہ اللہ

عبدالحفیظ امیرپوری

محمد علی کمیدان شامیا اور تولارام کی سازش کا خاتمہ کر کے اپنی فوج کے ساتھ سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا تو مخالفین کے چہرے اُتر گئے۔

ٹیپو نے اپنے خیمے سے نکل کر اس جانباز کا استقبال کیا جو ہر آڑے وقت میں ریاست میسور کے کام آتا تھا۔ٹیپو نے محمد علی کمیدان کی فرض شناسی کے صلے میں اسے اپنے ہاتھ سے خلعت فاخرہ پہنائی۔

اس دوران ٹیپو کو خبر ملی کہ نواب حیدر علی کا لے پالک لڑکا ایاز خان باغی ہو گیا ہے اور کوڑیال بندر اور حیدر نگر کو بمبئی کی انگریزی فوج کے حوالے کر دیا ہے۔

ایاز خان ایک ہندو راجہ کا لڑکا تھا۔جب حیدر علی نے 1773ء میں ملابار پر حملہ کیا اور راجہ قتل ہو گیا تو والی میسور نے اس کے سات سالہ لڑکے کو اپنی نگرانی میں لے لیا۔

حیدر علی نے ہندو لڑکے کا نام ایاز خان رکھا اور اپنے بیٹے کی طرح پرورش کی۔ پھر جب ایاز خان جوان ہوا تو اسے ملابار کا حاکم بنا دیا۔حیدر علی کے مرتے ہی ایاز خان اپنے مذہب کی طرف لوٹ گیا اور اُس نے کوڑیال بندر اور حیدر نگر جیسے اہم علاقوں کو انگریزوں کے حوالے کر دیا۔

جب ٹیپو سلطان کو ایاز خان کے باغی ہونے کی خبر ملی تو وہ اداس نظر آنے لگا۔

”آخر ایاز خان کے پاس کس چیز کی کمی تھی؟ خدا نے اُسے ایمان کی دولت بخشی اور وہ بت پرستی کی طرف لوٹ گیا۔“

”شہزادے! یہ دنیا ہے اور تمہارے والد محترم کو بھی دنیا والوں نے بہت ستایا تھا“ شجاعت خان نے نوعمر حکمران کے سامنے اپنی زندگی کے تلخ حقائق بیان کرتے ہوئے کہا۔

”خدا ہی جانتا ہے کہ ہماری صفوں میں اور کتنے غدار ہیں؟“ ٹیپو سلطان نے غمزدہ لہجے میں کہا۔

”غداروں کو اپنا کام کرنے دیجئے اور اہلِ وفا اپنا کام کرتے رہیں گے“ محمد علی کمیدان اسی طرح پرعزم نظر آرہا تھا۔

”سلطان معظم! آپ حیدر نگر کی فکر کیجئے! ایاز خان کو بھی دیکھ لیں گے“

پھر دوسرے دن ہی ٹیپو سلطان، محمد علی کمیدان کے ساتھ حیدر نگر کی طرف بڑھا۔ اٹھارہ دن تک ایک بڑی خونریز جنگ ہوئی۔ بالآخر انگریزی فوج نے شکست کھا کر حیدر نگر کا قلعہ، ٹیپو سلطان کے حوالے کر دیا۔

پھر نواب بدیع الزماں خان کو حیدر نگر کا گورنر مقرر کر کے ٹیپو سلطان، کوڑیال بندر کی طرف بڑھا۔ راستے میں ٹیپو کی مڈبھیڑ اس انگریزی فوج سے ہوگئی، جو کرنل کیمبل کی قیادت میں حیدر نگر کی طرف جارہی تھی۔

صبح سے دوپہر تک دونوں لشکروں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ انجام کار انگریزی فوج کے بیشتر سپاہی میدان جنگ سے بھاگتے ہوئے مارے گئے اور باقی گرفتار کر لئے گئے۔ قید ہونے والوں میں کرنل کیمبل بھی شامل تھا۔ اس موقع پر محمد علی کمیدان نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔

”سلطان! قید ہو جانے والے فرنگیوں کو بے دریغ قتل کر دیا جائے۔“

”یہ کیسے ممکن ہے؟“

ٹیپو نے چونک کر پوچھا۔

”مشہور کر دیا جائے کہ سارے فرنگی، میدانِ جنگ میں کام آگئے۔“

محمد علی کمیدان نے انگریزوں کے قتل کا جواز فراہم کرتے ہوئے کہا۔

”ہمارا مذہب اجازت نہیں دیتا کہ جنگی قیدیوں کے ساتھ اس قدر بے رحمانہ سلوک کیا جائے۔“ ٹیپو نے اپنے سپہ سالار کی تجویز کو مسترد کرتے ہوئے کہا۔

”میں مذہبی احکام کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا“، محمد علی کمیدان نے اعتراف کرلیا۔

”مگر سیاسی مصلحت کا تقاضا یہی ہے کہ تمام فرنگیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔

ان سفید فاموں نے نواب بہادر کو بھی بڑے فریب دیئے ہیں۔ بار بار معاہدے کئے ہیں اور بار بار ان معاہدوں کو چاک کر دیا ہے۔

یہ آپ کے ساتھ بھی یہی سلوک کریں گے۔

مصیبت کے وقت قدموں پر سر رکھ دیں گے۔ پھر مصیبت سے رہائی ملتے ہی درندوں کی طرح سر اٹھائیں گے۔

یہ انسانی قبیلہ نا قابل اصلاح ہے۔شہنشاہ جہانگیر کے جوتوں کو بوسہ دینے والے تاجر بن کر آئے تھے اور آج ہندوستان پر اس طرح اپنا حق جتارہے ہیں کہ جیسے یہ پورا ملک ہی ان کا ہو“

محمد علی کمیدان کے دل میں انگریزوں کے خلاف نفرت کا زہر بھرا ہوا تھا مگر ٹیپو سلطان نے اسے سخت لہجے میں ٹوک دیا۔

”تم اپنی حدود میں رہو ! میں تمہیں نواب بہادر کے فیصلوں پر اعتراض کرنے کی اجازت نہیں دوں گا۔“

ایک لمحے کے لئے محمد علی کمیدان کا چہرہ بجھ کر رہ گیا۔پھر وہ فوراً ہی سنبھل کر بولا۔

”میں جس بات کو درست سمجھتا ہوں، اسے بر ملا کہنے کی ہمت بھی رکھتا ہوں۔

نواب بہادر بھی میری اس بے باکی سے خفا رہتے تھے۔ممکن ہے کہ آپ بھی ناراض ہو جائیں مگر میں اپنی روش نہیں بدلوں گا۔

نواب بہادر نے گرفت میں آئے ہوئے درندے کو چھوڑ کر سخت غلطی کی تھی۔آج وہی درندہ پھر حائل ہے۔اگر اس کی سفاکیوں کا اندازہ نہیں کیا گیا تو آنے والا زمانہ زیادہ ہولناک ہوگا۔“

یہ کہہ کر محمد علی کمیدان، ٹیپو کے خیمے سے چلا گیا۔تیسرے دن سلطان کی فوجیں کوڑیل بندرگاہ پہنچ گئیں۔

اس روز موسلا دھار بارش ہوری تھی مگر ٹیپو نے اتنی طاقت سے قلعہ پر حملہ کیا کہ چند ہی گھنٹوں میں انگریزوں نے گھٹنے ٹیک دیئے۔

جب جنرل میتھیوز کو گرفتار کر کے ٹیپو کے سامنے لایا گیا تو اس نے جوش غضب میں اپنی تلوار کو بے نیام کیا اور فرنگی سپہ سالار کے سینے پر رکھ دی۔

سلطان کے تمام ہتھیاروں پر” اسد اللہ الغالب“ کندہ تھا۔

”اب میں تیرے ساتھ کیا سلوک کروں؟“

ٹیپو اپنے چہرے اور جسم کی ساخت سے زم و نازک نظر آتا تھا مگر جب مقابل سے بات کرتا تو اس کی آواز میں شیروں جیسی گرج ہوتی۔

جنرل میتھیوز بھی ٹیپو کی آواز سن کر لرز اُٹھا تھا۔منمناتے ہوئے بولا:

”میں سلطان سے رحم و کرم کی اُمید رکھتا ہوں۔“ جنرل میتھیوز نے اپنے دوسرے ہم قوموں کی طرح اسی روایتی خوشامد اور عیاری سے کام لیتے ہوئے کہا۔

”مسلمان تو اس دنیا کے لئے رحمت بن کر ہی آیا ہے۔مگر تم اپنی عیاریاں کب چھوڑو گے؟“

ٹیپو کے لہجے سے شدید نفرت کا اظہار ہو رہا تھا۔

”بار بار عہد کرتے ہو اور توڑ دیتے ہو۔آخر تمہاری پوری قوم کی زندگی میں غیرت نام کا کوئی

باپ بھی ہے؟" جنرل میتھیوز نے سر جھکا لیا۔
"میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں شاہ انگلستان اور کمپنی بہادر کے حکم کے باوجود آئندہ سلطان کے خلاف ہتھیار نہیں اٹھاؤں گا۔ پہلی اور آخری بار میری جان بخش دی جائے۔"
سلطان نے اپنی شمشیر نیام میں کر لی پھر کوڑیال بندر کا انتظام کر کے کڈلور کی طرف روانہ ہوا۔ کرنل کیمبل، جنرل میتھیوز اور سینکڑوں انگریز قیدی بھی اس کے ہمراہ تھے۔ کڈور کے معرکے میں ٹیپو کے ساتھ فرانسیسی سپاہی بھی شامل تھے۔
انگریزوں کے جنگی جہازوں نے اپنی فوج کی حفاظت کے لئے کڈلور پر خوفناک گولہ باری کی مگر ٹیپو سلطان آگے بڑھتا رہا۔
یہاں تک کہ دونوں فریقوں میں دست بدست جنگ شروع ہوگئی۔
انگریز مرد میدان نہیں ہوتے ، اس لئے جب ان کے ساتھیوں کے خون سے زمین سرخ ہونے لگی تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے اور ٹیپو کی فوج نے کڈلور پر قبضہ کر لیا۔ جب جنرل میتھیوز کے گرفتار ہونے اور کرناٹک کا پورا علاقہ ہاتھ سے نکل جانے کی خبریں مدراس پہنچیں تو انگریز گورنر بدحواس ہو گیا۔
"تو نے تو کہا تھا کہ ٹیپو حیدر علی کا صحیح جانشین ثابت نہیں ہو سکے گا۔" گورنر نے والا جاہ محمد علی کو ڈانٹتے ہوئے کہا جو اس وقت مدراس میں غریب الوطنی کی زندگی گزار رہا تھا۔
"فی الوقت ٹیپو سے صلح کر کے اس بڑھتے ہوئے طوفان کو روک دیا جائے۔"
انگریزوں میں رہتے رہتے والا جاہ محمد علی بھی فرنگیوں کی چالیں سیکھ گیا تھا۔
"ٹیپو کے مزاج کو مجھنے میں کچھ دیر لگے گی۔" گورنر مدراس نے بھی اسی میں عافیت سمجھی اور انگریزوں کا ایک وفد صلح کی پیش کش لے کر سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلطنت خداداد کے فرمانروا کو اسی دن کا انتظار تھا۔ پھر طویل مذاکرات کے بعد صلح نامہ منگلور مرتب ہوا۔
جس کی رو سے ان تمام علاقوں پر ٹیپو سلطان کا حق تسلیم کر لیا گیا جو اس جنگ سے پہلے سلطنت خداداد میں شامل تھے۔
معاہدے پر دستخط ہوتے ہی شجاعت خان نے سب سے پہلے ٹیپو سلطان کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا۔
"خدا کا شکر ہے کہ باپ نے جو کچھ کھویا تھا، اسے بیٹے نے بہت جلد حاصل کر لیا۔"
پھر ایک فاتح کی حیثیت سے 1784ء کے آخر میں ٹیپو سلطان سرنگا پٹم پہنچا۔ ابھی دارالحکومت میں جشن فتح جاری تھا کہ ٹیپو سلطان کے جاسوسوں نے اسے خبر دیتے ہوئے کہا۔
"غدار قاسم خان سرنگا پٹم میں موجود ہے اور محمد علی کمیدان نے اسے پناہ دے دی ہوئی ہے۔"

''محمد علی جیسا فرض شناس انسان یہ حرکت بھی کرسکتا ہے؟''ٹیپو کو اپنے جاسوسوں کے فراہم کردہ اطلاع پر یقین نہیں آرہا تھا۔

''یہ حقیقت ہے سلطان محترم!''ایک جاسوس نے عرض کیا۔

ٹیپو کچھ دیر تک خاموش بیٹھا قاسم خان کی نمک حرامی کے بارے میں سوچتا رہا۔

ایاز خان اور قاسم خان نے ایک ہی وقت میں غداری کی تھی۔ایاز خان نے کوڑیال بندرگاہ کا علاقہ انگریزوں کے حوالے کردیا تھا اور قاسم خان نے جنگ کے بغیر حیدرنگر جیسا مضبوط قلعہ، دشمنوں کے سپرد کردیا تھا۔

پھر جب ٹیپو نے دوبارہ حیدرنگر پر قبضہ کرلیا تو قاسم خان غدار ہوگیا۔اب اچانک خبر ملی تھی کہ وہ غدار ہو کر محمد علی کمیدان کی پناہ میں آگیا ہے۔

ٹیپو نے فوراً ہی محمد علی کو سر دربار طلب کرلیا۔ پھر جیسے ہی سالار میسور، دربار میں داخل ہوا، اپنے سپاہیوں کو اشارہ کر دیا کہ وہ محمد علی کے مکان کا محاصرہ کرلیں اور پھر قاسم خان کو رفتار کرکے دربار میں پیش کردیں۔

''محمد علی! کیا یہ سچ ہے کہ قاسم خان تمہاری پناہ میں آگیا ہے؟''ٹیپو نے پرجلال لہجے میں پوچھا۔

محمد علی کمیدان نے ٹیپو کے بدلے ہوئے لہجے کو محسوس کرلیا اور سر اٹھا کر اس طرح کہا کہ جیسے یہ کوئی عام سا واقعہ ہو۔

''سلطان نے جو کچھ سنا ہے، وہ حرف بہ حرف درست ہے۔''

''تمہارے نزدیک حکومت کے ایک غدار کو پناہ دینا کیسا فعل ہے؟''

ٹیپو کی آواز سے اس کا غصہ جھلکنے لگا تھا۔

''بہت برا''

محمد علی نے بے نیازانہ جواب دیا۔

''پھر تم نے ایسا کیوں کیا؟''ٹیپو کی جھنجلاہٹ کچھ اور بڑھ گئی تھی۔

''قاسم خان نے شدید بیماری کے عالم میں مجھ سے سوال کیا تھا اور آپ جانتے ہیں کہ محمد علی کسی سوالی کو مایوس نہیں کرتا۔

کوئی بھوکا روٹی کا سوال کرے تو اپنے سامنے رکھی ہوئی ساری غذا اُٹھا کر اسے دے دوں اور خود بھوکا رہ جاؤں۔

اگر کوئی بندہ مجھے سے کپڑے مانگے تو میں اپنا قیمتی پیراہن اُتار کر اس کے حوالے کردوں اور خود بے لباس پھرتا رہوں۔سارا میسور جانتا ہے کہ میرے جینے کی یہی ادا ہے۔''

ٹیپو ایک لمحے کے لئے خاموش ہوگیا۔

وہ جانتا تھا کہ محمد علی کے بیان میں جھوٹ کا شائبہ تک نہیں ہے۔

''مگر ایک غدار اور ایک بھوکے کے سوال میں بڑا فرق ہے۔'' لمحاتی سکوت کے بعد ٹیپو سلطان دوبارہ مخاطب ہوا۔

''بس جو ہونا تھا، سو ہو چکا۔'' محمد علی کمیدان نے اپنی مخصوص بے پروائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

''میرے نزدیک قاسم خان بھی ایک بھوکا شخص تھا۔ اسے زندگی کی بھوک تھی، میں نے پناہ دے کر اُس کی بھوک مٹادی۔''

ٹیپو سلطان اور دوسرے حاضرین دربار کو محمد علی کمیدان کا یہ جواب بہت گراں گزرا تھا۔ اسی دوران سپاہی قاسم خان کو لئے ہوئے دربار میں داخل ہوئے۔

''قاسم خان! تو نے ایسا کیوں کیا؟''

ٹیپو اپنی سلطنت کے ایک غدار کو سامنے پا کر غضب ناک ہوگیا۔

''میں بہت مجبور تھا سلطان معظم!'' قاسم خان نے جھوٹ کا سہارا لیا۔

''فرنگی تعداد میں زیادہ تھے اور میری فوج کمزور تھی۔'' نمک حرام قاسم خان اپنے جرم پر مجبوری کا پردہ ڈالنے کی کوشش کر رہا تھا۔

''تو جھوٹ بولتا ہے۔''

ٹیپو کی آواز سے پورا دربار گونج اُٹھا۔

''نہ تیرے جسم سے خون کا کوئی قطرہ بہا اور نہ تو نے اپنے کسی سپاہی کو شمشیر بے نیام کرنے کا حکم دیا۔ پھر یہ کیسی مجبوری تھی؟''

قاسم خان نے مزید عذر پیش کیا مگر ٹیپو نے اسے جھڑک دیا۔

''مجھے معلوم ہے کہ تو انگریزوں کی غلامی پر رضامند ہو چکا تھا۔ گزشتہ چھ ماہ سے ان کی ملازمت کر رہا تھا۔ اگر تجھے اپنا عہد وفا یاد تھا تو فرار ہو کر سرنگا پٹم کیوں نہیں آیا؟ میرے سامنے اپنی مجبوریاں کیوں بیان نہیں کیں؟''

قاسم خان رحم کی بھیک مانگتا رہا تھا مگر ٹیپو نے اس کے قتل کا حکم جاری کر دیا۔

★...★...★

کوپن برائے ''وہ کون تھا؟''

نام: ....

ولدیت: ....

مکمل ایڈریس: ....

تعلیم: ....

جواب: ....

ہدایات: (انعام بذریعہ قرعہ اندازی دیا جائے گا اور ایک کوپن ایک ہی ساتھی کی طرف سے قبول کیا جائے گا اور جواب بغیر کوپن کے قبول نہیں کیا جائے گا)

''اس دور کا سب سے بڑا عالم کون ہے؟''

پوچھنے والے نے یہ بات حضرت موسیٰ سے پوچھی تھی۔ حضرت موسی علیہ السلام اللہ کے نبی تھے۔ بہت بڑے نبی اللہ تعالیٰ ان سے خود بات کرتے تھے۔

اسی وجہ سے حضرت موسی علیہ السلام کو کلیم اللہ کہا جاتا ہے۔ کلیم اللہ کا مطلب ہے اللہ سے کلام کرنے والا۔ اللہ نے حضرت موسی علیہ السلام کو بہت سارا علم دیا تھا۔ پوچھنے والے کے جواب میں حضرت موسی علیہ السلام نے کہا کہ مجھے اللہ نے سب سے زیادہ علم دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں آئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا گیا کہ تم کو یہ کہنا چاہیے تھا کہ اللہ کو ہی صحیح معلوم ہے کہ اس دور کا سب سے بڑا عالم کون ہے؟

پھر ارشاد ہوا، جہاں دو سمندر ملتے ہیں وہاں ہمارا ایک بندہ ہے جو بعض معاملات میں تم سے بھی زیادہ علم رکھتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس بندے تک پہنچنے کا طریقہ پوچھا تو بتایا گیا۔ توشہ دان (ٹفن) میں ایک مچھلی رکھ لو! جہاں وہ مچھلی گم ہو جائے گی۔ اسی جگہ وہ شخص ملے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے صحابی حضرت یوشع بن نون کو ساتھ لیے اس بندے کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ چلتے چلتے بہت دیر ہو چکی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی چلتے چلتے تھک چکے تھے۔

تھکن سے چور ہو کہ آپ علیہ السلام نے ایک پتھر پر سر رکھا اور سو گئے۔ پکی ہوئی مچھلی یکا یک زندہ ہوگئی اور توشہ دان سے نکل کر سمندر میں چلی گی۔ حضرت یوشع بن نون نے یہ منظر دیکھ لیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ابھی سو رہے تھے۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جاگے تو سفر دوبارہ شروع کر دیا۔ پورے دن اور رات چلتے رہے چلتے چلتے جب بھوک لگی تو حضرت موسی علیہ السلام نے حضرت یوشع بن نون سے کہا، اب تھکان زیادہ ہوگئی ہے، مچھلی نکالو تاکہ ہم اپنی بھوک مٹا لیں تب حضرت یوشع بن نون نے کہا کہ

میں آپ کو بتانا بھول گیا تھا کہ جب ہم چٹان پر لیٹے ہوئے تھے تو وہاں یہ حیرت انگیز واقعہ پیش آیا کہ مچھلی توشہ دان سے نکل کر سمندر میں چلی گئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ وہی تو وہ جگہ تھی، جس کی ہمیں تلاش تھی۔ یہ کہہ کر واپس لوٹے اتنا ہی سفر واپس طے کر کے جب دوبارہ اس جگہ پہنچے تو چٹان کے پاس ایک بزرگ بیٹھے ہوئے ملے۔ (مفسرین فرماتے ہیں وہ بزرگ حضرت خضر علیہ السلام تھے)

حضرت موسیٰ نے ان سے کہا، اللہ نے آپ کو جو علم دیا ہے میں وہ آپ سے سیکھنے آیا ہوں۔

حضرت خضر علیہ السلام نے کہا تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وعدہ کیا کہ ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے۔

حضرت خضر علیہ السلام نے کہا:

تو پھر آپ کو اس شرط کی پابندی کرنی ہوگی کہ جب آپ میرے ساتھ رہیں تو میں جو کچھ کروں اس کے متعلق کوئی سوال نہ کریں؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ شرط منظور کر لی۔ دونوں روانہ ہو گئے۔ چلتے چلتے جب سمندر کے کنارے پہنچے تو انہیں کشتی نظر آئی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی کا کرایہ پوچھا۔ کشتی والے انہیں جانتے تھے۔ انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام سے کرایہ لینے سے انکار کر دیا اور بہت اصرار کر کے دونوں کو کشتی پر سوار کر لیا۔

جب کشتی چلی تو حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ کر کشتی میں سوراخ کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے رہا نہ گیا۔ کہنے لگے۔

''آپ عجیب آدمی ہیں کشتی والوں نے تو احسان کیا۔ مفت میں سوار کر لیا اور آپ نے احسان کا بدلہ یہ دیا کہ ان کی کشتی میں سوراخ کر دیا۔''

حضرت خضر علیہ السلام نے کہا میں نہ کہتا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ معاف کیجیے میں بھول گیا تھا۔ بھول چوک پر میرے ساتھ سختی نہ فرمائیں۔

کشتی کنارے پر پہنچ گئی دونوں اتر کر ایک طرف چل پڑے ایک میدان میں کچھ بچے کھیل رہے تھے۔

حضرت خضر علیہ السلام آگے بڑھے اور ان میں سے ایک بچے کو پکڑ کر قتل کر دیا۔ اب تو حضرت موسیٰ علیہ السلام بھڑک اٹھے۔ کہنے لگے:

''ناحق ایک معصوم جان کو آپ نے مار ڈالا آخر اس نے کیا کیا تھا؟ قصور کیا تھا؟ یہ تو آپ نے بہت غلط کیا۔''

حضرت خضر علیہ السلام نے کہا:

میں تو پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر صبر نہیں کر سکیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر معذرت کی

اور کہا اس مرتبہ پھر میری غلطی نظر انداز کر دیجیے۔ اگر اب میں بولا تو بے شک کوئی عذر باقی نہیں رہے گا۔

وہاں سے آگے بڑھے تو ایک ایسی بستی میں پہنچے جو خوش حال اور مال دار لوگوں کی بستی تھی۔ انہوں نے بستی والوں سے کہا کہ ہم مسافر ہیں، ہمیں کھانا اور ٹھکانا چاہیے۔

مگر ان امیر کبیر لوگوں نے ان کی مہمان نوازی کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ مجبوراً آگے چل پڑے۔

ابھی اسی بستی سے گزر رہے تھے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے دیکھا کہ ایک گھر کی دیوار جھکی ہوئی ہے اور لگتا تھا کہ کسی بھی وقت گر جائے گی حضرت خضر علیہ السلام نے وہاں رک کر دیوار کی مرمت کی اور اسے بالکل سیدھا کر دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام طیش میں آ گئے۔

”جس بستی والوں نے آپ کی مہمان داری کرنے سے انکار کر دیا اُن کا کام آپ مفت میں کیسے کر رہے ہیں؟ اللہ کے بندے! اور کچھ نہیں تو اُن سے اس دیوار کی مرمت کرنے کی مزدوری ہی لے لیتے تاکہ ہم اس سے کچھ خرید کر کھا پی لیتے۔“

حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ بس اب میری اور تمہاری جدائی کا وقت آ گیا۔ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سمجھایا۔

”میں نے وہ سب کام اللہ کے حکم سے کیے جن پر آپ صبر نہ کر سکے۔ سب سے پہلے کشتی کا معاملہ۔ وہ کشتی غریب لوگوں کی تھی جو سمندر میں مزدوری کرتے ہیں۔ وہ جس طرف جا رہے تھے۔ وہاں ایک ظالم بادشاہ ہے۔ جو اچھی اچھی کشتیاں زبردستی چھین لیتا ہے۔ میں نے ان کی کشتی خراب کر دی تاکہ بادشاہ اس پر قبضہ نہ کر سکے۔

جس لڑکے کو میں نے قتل کیا۔ اس کے ماں باپ اللہ پر ایمان رکھنے والے لوگ ہیں مگر یہ لڑکا بڑا ہو کر باغی سرکش اور کافر بنتا، اب اللہ انہیں اس سے بہتر لڑکا دے گا جو دیندار بھی ہوگا اور اپنے والدین سے محبت بھی کرے گا۔

جس دیوار کی میں نے مرمت کی تھی وہ اس شہر کے دو یتیم بچوں کی تھی۔ ان کا باپ نیک آدمی تھا۔ اس نے اس دیوار کے نیچے اپنے بچوں کے لیے ایک خزانہ چھپا رکھا تھا۔ آپ کے رب نے چاہا کہ یہ دیوار نہ گرے۔

دونوں بچے بڑے ہو کر اپنا خزانہ بالکل محفوظ محفوظ پائیں اور اسے نکالیں۔

میں نے جو کچھ کیا اپنی مرضی اور اختیار سے نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا۔ یہ مصلحتیں تھیں ان کاموں کی جن پر آپ صبر نہ کر سکے۔“

دوستو! تمام مصلحتیں اور تمام کھلی اور چھپی ہوئی باتیں صرف اللہ کے علم میں ہوتی ہیں کسی نجومی یا کسی پیر فقیر کے علم میں نہیں ہوتیں۔

★...★...★

پرانے زمانے کی بات ہے، ایک تاجر تجارت کی غرض سے بغداد پہنچا۔

پچھلے وقتوں میں تجارت کا یہ قانون تھا کہ تاجر جس ملک میں تجارت کرنے جاتا، سب سے پہلے وہاں کے بادشاہ سے ملاقات کرتا، اپنا سارا سامان تجارت دکھاتا اور اس کی خوبیوں اور انفرادیت سے آگاہ کرتا تھا۔ چنانچہ اس تاجر کو بھی بغداد پہنچنے کے بعد بادشاہ کے دربار میں پیش کر دیا گیا۔ تاجر نے بادشاہ کے حضور تحائف پیش کیے۔

پھر مال تجارت نکالا اور ایک ایک چیز کی خوبی بیان کرتے ہوئے دکھانے لگا۔

حضور! یہ پانی سے چلنے والی گھڑی ہے جو میں نے یونان سے خریدی ہے۔

یہ قالین ہے جو میں نے ایران سے خریدا ہے اور یہ خالص ریشم کے تار سے بنا ہے۔

یہ قلم ملاحظہ فرمائیے جو میں نے جاپان سے بہت مہنگے داموں خریدا ہے۔ تاجر نے ایک ایک مال کی اہمیت بیان کی۔

بادشاہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بہت خوب، تمام چیزیں بہت عمدہ اور نایاب ہیں جو تم نے ایران، یونان اور جاپان سے خریدی ہیں لیکن یہ تو بتاؤ کہ تمہیں ہندوستان میں ہمارے شایان شان کوئی چیز نظر آئی ؟“

تاجر نے بادشاہ کو متاثر کرنے کے لیے کہا، یوں تو بادشاہ سلامت آپ کے شایان شان بہت چیزیں تھیں لیکن جو چیز مجھے پسند آئی۔ اس کو حاصل کرنے کے لیے مجھے کچھ عرصہ وہاں قیام کرنا پڑتا جبکہ میرے پاس صرف دو دن کا وقت تھا۔ بادشاہ نے پوچھا، اچھا وہ کیا چیز تھی؟

تاجر بولا، جناب وہ ایک موتی ہے اور اس کی خاص بات یہ ہے کہ وہ دوسروں کو بانٹنے سے بڑھتا ہے۔ اس کو کوئی

چرا بھی نہیں سکتا اور اس موتی سے بہت سارے زیور بھی بنا کر پہنے جا سکتے ہیں۔

بادشاہ بہت متاثر ہوا اور کہنے لگا، میں اسے حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے فوراً اپنے ایک خاص وزیر کو مع سامان و سواری اس ہدایت کے ساتھ رخصت کیا کہ اب وہ موتی لے کر ہی لوٹے۔ وزیر اپنے مقصد کے لیے نکل پڑا۔

جنگلوں، سمندروں، پہاڑوں اور صحراؤں غرض یہ کہ ہر جگہ کی خاک چھان ماری۔ وادی وادی گھوما، ہر شخص سے اس نادر و نایاب موتی کا پوچھا مگر سب نے یہ ہی کہا کہ ایسا کوئی موتی نہیں ہے جو چوری نہ ہو سکے اور اس سے بہت سارے زیور بن جائیں۔

لوگ اس کی بات سن کر ہنستے اور کہتے، مسافر پاگل ہو گیا ہے۔

یوں ہی مہینوں بیت گئے، ناامیدی کے سائے گہرے ہونے لگے لیکن بادشاہ کے سامنے ناکام لوٹنے کا خوف اس کو چین نہیں لینے دے رہا تھا۔ وزیر نے ہر ممکن کوشش کرلی کہ ایسا موتی مل جائے لیکن یہ نہ ملا، سو اس نے واپسی کا ارادہ کرلیا۔ وزیر اپنی ناکامی پر زار و قطار روتا ہوا جنگل سے گزر رہا تھا۔

رات کافی ہو چکی تھی اور وزیر بہت تھک بھی گیا تھا۔ ایک درخت کے پاس آرام کے ارادے سے لیٹا ہی تھا کہ اسی لمحے ایک روشنی اپنی جانب بڑھتی ہوئی نظر آئی۔ پہلے تو وزیر ڈر گیا مگر پھر ایک آواز نے اس کو حوصلہ دیا۔

”ارے نوجوان! ڈرو مت! میں اچھی پری ہوں۔ بتا تیرے ساتھ کیا مسئلہ ہے، تو مدتوں کا تھکا ہوا مسافر معلوم ہوتا ہے، بتا میں تیری کیا مدد کروں؟“

وزیر نے اپنی داستان کہہ سنائی کہ اسے جس موتی کی تلاش تھی، وہ کہیں نہیں ملا۔ اب اچھی پری وزیر کے سامنے آچکی تھی اور وہ وزیر کی بات سن کر بے ساختہ ہنسنے لگی، پھر بولی۔

افسوس کہ تو نے عقل سے کام نہ لیا اور محض ایک موتی کی تلاش میں مہینوں مارا مارا پھرتا رہا۔

وزیر بولا، اچھی پری، میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔ وہ بولی، بھلے آدمی، وہ موتی دراصل علم کا موتی ہے لیکن تو اس کی ظاہری شکل کو تلاش کرتا رہا۔ علم تو ایک ایسی شے ہے جسے ہزاروں نام دیے جا سکتے ہیں۔

کہیں اسے پھل دار درخت کہتے ہیں تو کبھی سورج سے تشبیہ دیتے ہیں اور اسے سمندر بھی کہا جاتا ہے لیکن اسے کوئی چرا نہیں سکتا۔

”لیکن اس سے زیور بنانے والی صفت“ وزیر نے حیرت سے پوچھا۔

پری نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”علم کی بہت ساری صفات ہیں۔ تم اس موتی کی صورت کو کیوں تلاش کرتے ہو۔

یاد رکھو! ہر شئے کی تاثیر کا تعلق اس کے نام سے نہیں بلکہ اس کے اندرونی خوبیوں سے ہوتا ہے۔ اسی طرح علم بھی ایک نایاب موتی ہے کہ جس سے یہ حاصل ہو جائے، وہ اس سے ایسے ہی سج جاتا ہے جیسے انسان زیور پہن کر سجتا ہے اور اسے کوئی چرا نہیں سکتا بلکہ یہ تو بانٹنے سے بڑھتا ہے، گھٹتا نہیں ہے۔''

وزیر بڑے غور سے پری کی بات سن رہا تھا اور بالآخر اس بات کا قائل ہو گیا کہ واقعی علم ایک ایسا موتی ہے کہ جس کے پاس ہو، وہ دراصل دنیا کے سب سے قیمتی زیور کا مالک بن جاتا ہے۔

وزیر نے پری کا شکریہ ادا کیا جس کے بعد اچھی پری وہاں سے غائب ہو گئی۔

اب وزیر بہت خوش تھا اور اپنی کامیابی کے گیت گاتا ہوا اپنے ملک روانہ ہو گیا۔

وہاں پہنچ کر اس نے بادشاہ کو علم کے موتی کے بارے میں بتایا اور سمجھایا تو بادشاہ بھی پری کی بات کا قائل ہو گیا کہ صرف علم ہی وہ موتی ہے جسے کوئی چرا نہیں سکتا۔

پیارے ساتھیو! علم ایک ایسا موتی ہے جس کی چمک دمک زمین سے آسمان، فرش سے عرش تک ہے اور علم کے اس موتی کی روشنی میں ہی انسان اس کائنات کے خالق و مالک تک رسائی حاصل کرتا ہے۔

★...★...★

★...★...★

کل منزلیں

قرآن مجید کی سات منزلیں ہیں جنکی ترتیب درج ذیل ہے:

1۔سورۃ فاتحہ سے سورۃ النساء تک (4 سورتیں) 2۔سورۃ مائدہ سے سورۃ توبہ تک (5 سورتیں) 3۔سورۃ یونس سے سورۃ النحل تک (7 سورتیں) 4۔سورۃ بنی اسرائیل سے سورۃ فرقان تک (9 سورتیں) 5۔سورۃ شعراء سے سورۃ یٰسین تک (11 سورتیں) 6۔سورۃ والصّٰفّت سے سورۃ حجرات تک (13 سورتیں) 7۔سورۃ ق سے سورۃ الناس تک (65 سورتیں)

(ابو بکر صدیق)

حذیفہ عبدالباری

دریا میں دوڑا دئیے گھوڑے

ویسے تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا گھر بار چھوڑنا آباء واجداد کا وطن چھوڑنا اور باپ دادا کے دین کو چھوڑ کر اسلام قبول کرنا اور حق کا ساتھ دینا ہی سب سے بڑا کارنامہ ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔

مجموعی زندگی کے علاوہ جنگی زندگی میں بھی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بے مثال کارنامے انجام دیئے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیم اجمعین میدان جنگ میں بہادری اور دلیری کے ساتھ ساتھ فہم وفراست سے بھی کام لیتے اور جنگی تدابیر بھی کیا کرتے تھے۔

ذیل کے واقعات، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بہادری کی چند مثالیں ہیں۔

منجنیق کا استعمال

روم کی جنگوں میں قلعہ بہنسا کی لڑائی مشہور لڑائی ہے۔ اس میں صحابہ کرام کو کافی دشوار یوں اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔

یہاں کا بادشاہ بطلیموس انتہائی شاطر، مکار اور سرکش جرنیل تھا۔ یہ مسلمانوں کو کئی دفعہ دھوکا دے چکا تھا، مسلسل لڑائی کے بعد بالآخر اس سے صلح تو ہوگئی لیکن حضرت خالد بن ولید کو اس پر پورا اعتماد نہیں تھا۔ آپ نے دوسو صحابہ رضوان اللہ علیم اجمعین کو قلعے کے اندر متعین فرمادیا۔

بطلیموس صحابہ کو ضرورت کی ہر چیز مہیا کرتا رہا اور اعتماد دلاتا رہا اور ساتھ ہی سامان رسد بھی قلعے کے اندر جمع کرتا رہا۔

دو ماہ میں اس نے کافی حد تک صحابہ کو مطمئن کر لیا اور سامان رسد بھی مکمل کر لیا لیکن پھر دوبارہ بغاوت کر دی، اندر جتنے صحابہ تھے سب کو سوتے میں زنجیروں میں جکڑ دیا اور باہر کی فوج پر عام حملہ کر دیا اور ایک مرتبہ پھر شکست کھا کر قلعہ بند ہو گیا اور اندر والے قیدی صحابہ کو قلعے کی فصیل پر لا کر سب کے سامنے شہید کر دیا جس سے صحابہ میں مزید غصہ پیدا ہو گیا۔

شہداء کو دفنانے کے بعد صحابہ حضرت خالدؓ کے پاس جمع ہوئے کہ اس قلعے کا کیا علاج کیا جائے کہ اب اس جنگ کو تین برس گزر چکے ہیں۔

ایک صحابی حضرت عبدالرزاقؓ نے تجویز دی کہ آپ لوگ ہم چند ساتھیوں کو روئی کی بھری ہوئی بوریوں میں اسلحہ سمیت بند کر کے منجنیقوں کے ذریعے قلعے کی فصیل پر پھینک دیں۔

ہم بوریوں کو کاٹ کر نکل آئیں گے اور پھر کاروائی کریں گے۔ چنانچہ منجنیقوں کا انتظام کیا گیا اور رات کی تاریکی میں انہیں فصیل پر پھینکا گیا۔

انہوں نے فصیل پر پہنچ کر بوریاں کاٹیں اور پہرے داروں کو قتل کر کے دروازہ کھول دیا۔

رات کی تاریکی میں اسلامی لشکر شہر میں داخل ہو گیا۔ ادھر شہر والے بھی جاگ گئے۔ اب ہر سڑک، ہر رستے اور ہر گلی کوچے میں دست بدست لڑائی ہونے لگی۔

بڑے گھمسان کی جنگ جاری تھی کہ بطلیموس حضرت خالدؓ کے ہتھے چڑھ گیا۔

آپؓ نے تاک کر نیزہ مارا جو اس کے سینے سے باہر ہو گیا۔ پھر تلوار مار کر اس کا سر دو ٹکڑے کر دیا۔ کفار کے تیس ہزار آدمی مارے گئے اور بیس ہزار گرفتار ہوئے اور روم میں کفار کی کمر ٹوٹ گئی۔ روئی کی بوریوں میں چند آدمیوں کا اندر جانا بے شک بہادری اور حسن تدبیر کی ایسی مثالیں ہیں کہ جن کو کبھی بھلایا نہیں جا سکتا۔

ہاتھیوں کا مقابلہ

جنگ قادسیہ اسلام کی مشہور جنگوں میں سے ہے۔ اس جنگ میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ایک نئی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔

ایرانی فوج جب میدان میں اتری تو اس کے ساتھ جنگی ہاتھی بھی تھے جن پر ایران کے چوٹی کے بہادر سوار تھے۔ ان ہاتھیوں کی سونڈوں کے کناروں پر تلواریں لگائی گئیں تھیں یہ مسلمانوں کی صفوں میں گھس کر سونڈیں ہلاتے جس سے مسلمان سپاہی شہید ہو جاتے اور ان دیو ہیکل ہاتھیوں کو دیکھ کر گھوڑے بھی بھاگ جاتے اور اس طرح ان ہاتھیوں نے کافی نقصان پہنچایا۔

صحابہ نے اس کے بدلے میں یہ تدبیر نکالی کہ اونٹوں پر چادریں ڈال دیں اور انہیں ہاتھیوں سے کہیں زیادہ خوفناک بنا دیا۔

اب یہ مصنوعی ہاتھی جدھر کا رخ کرتے ایرانی گھوڑے بدک جاتے اور ایرانی پسپا ہو جاتے۔

انوکھا انداز

جنگ قادسیہ میں لشکر اسلام کے سپہ سالار حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو دانے نکلے ہوئے تھے جس کی وجہ سے آپ خود نہ لڑ سکتے تھے۔

آپؓ ایک اونچی جگہ خیمہ لگائے جنگ کی کمان کر رہے تھے۔ ہر کونے پر آپ کی نظر تھی۔

فوج کو کوئی پیغام دینے کے لئے یا جنگ کا نقشہ بدلنے کے لئے آپ کاغذ پر لکھ کر اس کی گولی بنا کر سامنے والے سپاہی کی طرف پھینکتے وہ اپنے سامنے والے کی طرف پھینکتا اسی طرح بغیر کسی وقفے کے حکم پہنچ کر نافذ ہو جاتا۔ اسی جنگ میں ایران کا مشہور جرنیل رستم قتل ہوا۔

یہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جرات اور بہادری کے کارناموں کی وہ لازوال تحقیقی داستان ہے کہ جس کو چھپانے کے لئے رستم اور سہراب جیسی فرضی کہانیاں گھڑی گئیں۔

ایک تیر سے تین قتل

غزوۂ احد میں کافروں نے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کی طرف ایک تیر چلایا۔ آپؓ نے وہ تیر اٹھا کر ایک کافر کو مارا اور قتل کر دیا۔ کفار نے وہی تیر دوبارہ آپؓ پر چلایا۔ آپؓ نے پھر اسی تیر سے ایک اور کافر کو قتل کر دیا۔ کفار نے وہی تیر تیسری مرتبہ آپؓ پر چلایا۔ آپؓ نے پھر وہی تیر چلا کر تیسرے کافر کو ڈھیر کر دیا۔

مسلمان حضرت سعدؓ کے اس کارنامے سے بڑے حیران اور خوش ہوئے جبکہ دونوں جہاں کے سردار نبی اکرم ﷺ نے اس دن حضرت سعدؓ سے فرمایا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اس سے بڑا اعزاز کیا ہوگا۔

بھیس بدلنا

جنگ نہاوند کے دوران سپہ سالار حضرت نعمان بن مقرنؓ شہید ہو گئے۔

ان کے بھائی نعیم بن مقرنؓ نے آپؓ کا لباس پہن کر علم ہاتھ میں لے لیا اور لشکر والوں کو آخر تک پتا نہ چل سکا کہ سپہ سالار شہید ہو گئے ہیں۔

اس طرح نہاوند صحابہ کے زبردست صبر واستقلال، بہادری اور حکمت عملی سے فتح ہو گیا اور دشمنان اسلام کو ہزیمت اٹھانی پڑی۔

سیف اللہ کی کاٹ

ہرمز ایران کا مشہور جنگجو سردار تھا۔ اس کی دھاک تمام عرب اور ہندوستان تک پھیلی ہوئی تھی۔

جنگ ذات السلاسل میں سیف اللہ (حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا لقب جو حضور ﷺ کی طرف سے انہیں ملا جس کا مطلب ہے اللہ کی تلوار) اور ہرمز کے درمیان پیدل لڑائی جاری تھی۔

ہرمز نے حضرت خالدؓ پر وار کیا، آپؓ نے اس کا وار خطا کر دیا اور نیچے بیٹھ کر اس کی کلائی پکڑ لی اور اس سے تلوار چھین لی۔ وہ آپؓ سے لپٹ گیا اور کشتی ہونے لگی۔ آپؓ نے اٹھا کر اسے اس زور سے زمین پر مارا کہ حرکت نہ کر سکا۔ آپؓ نے

فوراً اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔

اس کے بعد عام جنگ شروع ہوئی مگر کفار تھوڑی دیر میں ہی بھاگ گئے۔ اس جنگ میں کفار کی فوج کا ایک حصہ پاؤں میں زنجیریں باندھ کر آیا تھا تاکہ میدان جنگ سے بھاگ نہ سکیں مگر انہیں بھی زنجیریں کاٹ کر بھاگنا پڑا۔

انہیں زنجیروں کی وجہ سے اس لڑائی کا نام ذات السلاسل پڑا۔ سلاسل زنجیروں کو کہتے ہیں۔

ساٹھ ہزار بمقابلہ ساٹھ

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین روم کی فتح میں مصروف تھے۔ مسلمانوں نے عرب عیسائیوں کے سردار جبلہ بن ایہم کو اسلام کی دعوت دی اور سمجھایا کہ تم بھی عرب ہو اور ہم بھی۔ لہٰذا ہم نہیں چاہتے کہ تم رومیوں کی خاطر ہم سے لڑو اور اگر تم لڑو گے تو تمہارا بھی وہی حشر ہوگا جو تم سے پہلے والوں کا ہوا۔

یہ سن کر وہ ڈر گیا اور اپنے لشکر میں واپس چلا گیا۔ اس کا خوف دیکھ کر رومیوں نے اس کا حوصلہ بڑھایا اور کہا کہ یہ کچھ بھی نہیں بلکہ تمہارے جیسے عرب ہیں۔

آخر وہ جنگ پر آمادہ ہو گیا۔ اپنے ساٹھ ہزار عربی سپاہی لے کر سونے کی زرہ پہنے میدان میں نکلا۔

ادھر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے سالار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مشورہ فرمایا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں ان ساٹھ ہزار کے مقابلے میں تیس آدمی لے کر جاؤں جن میں سے ہر ایک دو ہزار پر بھاری ہوں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا، کیا آپ مذاق فرماتے ہیں؟

کہنے لگے، خدا کی قسم مذاق نہیں کرتا، ایک صحابی نے کہا، آپ ساٹھ ہزار کے مقابلے میں کم از کم ساٹھ تو لے جائیں چنانچہ آپ ساٹھ جرنیل صحابہ کو اپنے ساتھ لے کر نصرانی عربوں کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔

نصرانیوں نے چند آدمیوں کو دیکھا تو کہنے لگے، ہم لڑنے کی تیاری کر چکے ہیں اور تم ابھی تک صلح کے خواب دیکھ رہے ہو۔ ہم قیامت تک صلح نہیں کریں گے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے تعجب سے پوچھا کہ کیا تم ہمیں قاصد تصور کرتے ہو حالانکہ ہم لڑنے آئے ہیں۔

وہ کہنے لگے، اے نوجوان! تو غرور میں اپنی قوم کو تباہی کی طرف لے کر نکلا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تو ہمیں تھوڑا نہ جان، ہم غرور میں نہیں بلکہ اللہ پر بھروسہ کر کے نکلے ہیں۔

جبلہ نے اپنے ساتھیوں کو حملے کا حکم دے دیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی ثابت قدمی سے لڑنا شروع کر دیا۔ دونوں طرف سے بہادروں کی چیخ و پکار اور تلواروں کی جھنکار کے علاوہ کوئی آواز سنائی نہ دیتی تھی جنگ کے شعلے بلند تھے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم تکبیر کی آوازیں بلند کر رہے تھے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے صحابہ سے فرمایا کہ آج اسی میدان کو میدان حشر سمجھو اور کفار کو سبق سکھاؤ۔

صحابہؓ کفار کے اندر گھرے ہونے کے باوجود بڑھ بڑھ کر حملے کرتے رہے۔

شام تک صحابہ ایسے لڑتے رہے جیسے بالکل تازہ دم ہوں اور ابھی ابھی لڑائی شروع کی ہو۔

ادھر لشکر اسلام پریشانی کے عالم میں تھا۔ ابو عبیدہؓ سمجھے کہ صحابہ شہید ہو گئے۔ لشکر اسلام لڑنے کے لئے تیار ہو گیا مگر شام ہوتے ہی کفار کو شکست فاش ہوگئی اور صحابہ واپس آگئے۔

واپس آنے والے صحابہ بیس تھے۔ ایک مرتبہ پھر پریشانی بڑھ گئی کہ شاید چالیس صحابہ شہید ہو گئے مگر میدان جنگ میں جا کر دیکھا گیا تو صرف دس لاشیں ملیں۔ صحابہؓ نے کہا ضرور تیس لوگوں کو کفار گرفتار کر کے لے گئے ہیں۔

صحابہؓ نے کفار کا پیچھا کیا تو مزید تیس صحابہؓ مل گئے جو کفار کی شکست کے بعد ان کا پیچھا کرتے ہوئے آگے نکل گئے تھے۔

اس جنگ میں دس صحابہؓ شہید ہوئے جبکہ پانچ گرفتار ہوئے جبکہ نصرانیوں کے پانچ ہزار آدمی مارے گئے ساری دنیا کے لوگ ملکر بھی کوشش کریں تو بھی ایسی شاندار مثال نہیں لاسکتے۔

دریا میں گھوڑے

مدائن کی فتح کے موقع پر ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ مدائن سے پہلے فتح دہشیر کے موقع پر جب کفار کی فوج مدائن کی طرف بھاگی تو بھاگتے ہوئے دریائے دجلہ کا پل توڑ دیا۔

اب لشکر اسلام اس طرف تھا اور مدائن اس طرف اب مدائن کی طرف جانے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ بالآخر حضرت سعدؓ نے اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ آپ کے پیچھے باقی صحابہ نے بھی اپنے گھوڑے دریا میں ڈال دیئے۔ کفار نے تیر اندازی شروع کر دی مگر صحابہؓ نے کوئی پروا نہ کی اور پار ہو گئے۔

ایران کا بادشاہ یزدگرد مسلمانوں کی اس طرح آمد سن کر بھاگ گیا اور مسلمان مختلف سمتوں سے مدائن میں داخل ہو گئے اور مدائن فتح ہو گیا۔

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

آج بھی ان واقعات کو پڑھ کر مسلمان اپنے دل میں ایمان کی تازگی اور جذبہ جہاد کی لذت محسوس کرتے ہیں جبکہ غیر مسلم آج بھی پڑھتے ہیں تو ان کے منہ کھلے رہ جاتے ہیں اور آنکھوں کے ڈھیلے باہر نکل آتے ہیں۔

دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

☆......☆......☆

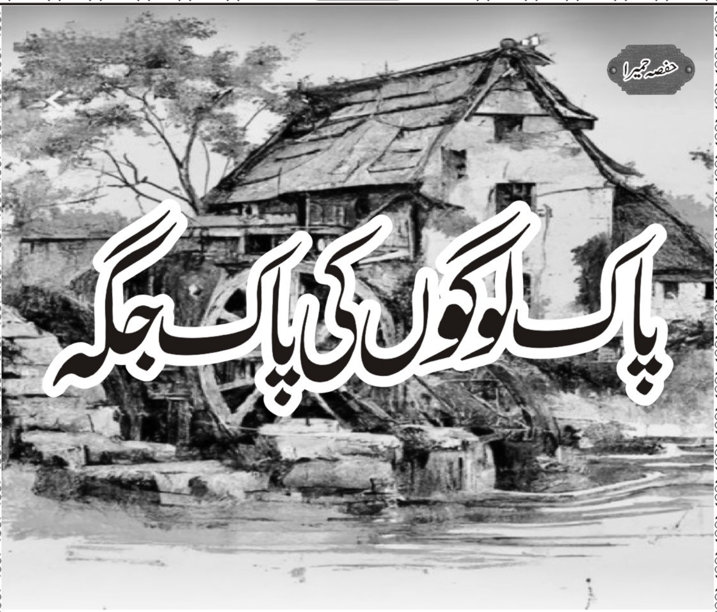

پاک لوگوں کی پاک جگہ

حفصہ حمیرا

"چٹاخ" چہرے پر تھپڑ پڑتے ہی وہ لڑکا نیچے گرتا چلا گیا کسی میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ اُس کو سہارا دے کر کھڑا کر دے۔

اُدھیڑ عمر آدمی ہاتھ میں رجسٹر پکڑے دوسرے ہاتھ سے ڈنڈا پکڑے کھڑا تھا۔

"سرفراز کہاں ہے؟ اِدھر آؤ!" آواز میں نرمی تھی مگر ہاتھ میں ڈنڈا دیکھ کر سرفراز حیران و پریشان کھڑا ہوا۔

"استاد جی! مجھے بلایا؟" لہجے میں بے اعتباری تھی۔

"ہاں جی جناب! تمہیں میں اور ڈنڈا بلا رہا ہے۔ ادھر تشریف لاؤ!" ہوا میں ڈنڈا لہراتے ہوئے استاد جی نے پھر اُسے حیرت میں ڈالا۔

"لیکن جناب.... میں نے تو آج کوئی غلطی نہیں کی۔ پھر سزا کیوں؟"

اُسے یاد تھا کہ آج وہ وقت پر سکول آیا تھا، سبق بھی سارے سنائے تھے، کام بھی لکھا تھا پھر کیوں؟"

"کھاتے میں دو ڈنڈے پچھلے ہیں جو تم نے پچھلی دفعہ کہا تھا۔ استاد جی! بعد میں مار دیجئے گا۔ اب کھاؤ تم! میں سب کے ساتھ انصاف کرتا ہوں باقی سب کو پورے پورے ڈنڈے لگے ہیں، تو تم پیچھے کیسے رہ سکتے ہو؟" استاد جی نے پٹائی کے ساتھ ہی اُسے جانے کا اشارہ کیا۔

"استاد جی! اب رجسٹر سے میرا کھاتہ صاف کر دیں۔ اب میرا ایک بھی ڈنڈا نہیں رہتا۔" سرفراز نے لڑکھڑاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہوا، یہ لو کاٹ دیا" استاد جی نے کاغذ پر سرفراز کے نام کے اوپر لائن لگاتے ہوئے کہا۔

"جناب! چھٹی کا وقت ہو گیا ہے اور آج گاڑی بھی تھوڑی جلدی آئے گی تو آپ نے جانا نہیں ہے؟"

نیند سے بوجھل پلکوں کو اُٹھاتے ہوئے علی نے بظاہر فکرمندی سے کہا۔

انتظار تو استاد جی کے جانے کا تھا۔ استاد جی نے اپنا کالے رنگ کا بیگ اٹھایا جس میں کپڑے اور جوتے تھے اور دو تین کتابیں۔

کیونکہ اگر گاڑی چلی جاتی تو آج رات بھی اُنہیں یہیں رہنا پڑتا۔ اس سکول میں رہنے کی وجہ سے وہ اچھے خاصے بیمار ہو چکے تھے۔ ایسا سکول جس کی دیواریں تو شاید بنائی ہی نہیں گئی تھیں۔ ابھی آدھا راستہ طے کیا تھا کہ اُس کی ملاقات ملکو سے ہوئی۔

"کیا حال ہے استاد رحمت صاحب؟" اُس نے غور سے اُستاد جی کا چہرہ دیکھا۔

"ٹھیک آپ سنائیں کیسے ہیں؟ آج کل نظر نہیں آتے۔"

اُستاد جی نے سرسری سے انداز میں پوچھا۔

"میں ..؟ وہ میں ناں اپنے گاؤں والے ٹیپو بھائی ارے جو کرایہ لیتا ہے، وہ گلاب بھائی اُس کے ساتھ گیا تھا۔" ملکو نے اپنی بڑی بڑی زلفیں لہرائیں۔

"اللہ خیر! کس سلسلے میں؟" استاد جی نے تھوڑا تعجب سے سوال کیا۔

"کس سلسلے میں؟ کیا بات کرتے ہیں، آپ جانتے تو ہیں وہ ہر سال کسی نہ کسی کو لے کر جاتے ہیں۔ اس سال میری باری تھی۔ دین کے بارے سیکھنے کا شوق ہی بہت زیادہ ہے مجھے۔ میرے جیسے ان پڑھ کو بہت کچھ سکھایا اور ابھی تو کہہ رہے تھے رُک جاؤ! اللہ کے خاص بندے سے ملوانا ہے جسکی ہر بات سچی ہے اور جو اُس سے مل لے اللہ اُس سے خوش ہو جاتا ہے۔"

ملکو نے قصیدے پڑھنے شروع کر دیے۔

استاد جی کے چہرے پر ناگواری پھیل گئی۔

"تو تم وہ دشمن ہو جو چھپ کر وار کر رہے ہو۔ تم ان معصوموں کو راہ نجات سے دور کر رہے ہو۔

ہم ہندوؤں انگریزوں سے نپٹتے رہے کہ وہ خطرناک ہیں لیکن تم تو اُن سے بھی زیادہ خطرناک ہو، وہ کھلے عام حملہ کرتے ہیں اور صرف جسموں پر وار کرتے ہیں لیکن تم چھپ کر ہمارا سب سے قیمتی سرمایہ چھین رہے ہو۔"

ایک دفعہ اسی گلاب نے اُستاد جی سے کہا تھا کہ اگر تم میرے دین پر آجاؤ تو تم ان پچاس روپے کے استاد نہیں رہو گے۔

تبھی اُنہیں اس پر شک ہو گیا تھا۔ ہو نا ہو یہ کسی خاص مقصد سے یہاں آیا ہے۔

تھوڑے دن بعد یقین ہو گیا تھا کہ وہ کافر جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے یہ اُس کا بھیجا بندا ہے اور گاؤں والوں کو دھوکہ دے رہا ہے۔

"اِسے اس گاؤں سے جانا ہو گا لازمی اور بہت جلدی نہیں تو بہت دیر ہو جائے گی۔"

"اُستاد جی کس کو دیر ہو جائے گی؟"، ملکو نے اتنی دیر سے چپ کی تسبیح کرتے رحمت صاحب کی بات پر سوال کیا۔

"ہوں، کیا؟ وہ مجھے دیر ہو رہی ہے۔ اچھا میں چلتا ہوں ریل گاڑی نکل جائے گی۔"

☆......☆......☆

ہر طرف بھاگنے کا شور تھا۔ بڑی تعداد میں لوگ جا رہے تھے اور وقفے وقفے بعد ایک ہی جملہ دوہرا رہے تھے۔

"سامان اُٹھاؤ جلدی کرو نکلو یہاں سے۔"

"ہمیں ہمارا وطن مل گیا۔ ہمیں جانا ہو گا، ساری دولت اکٹھی کرو!" اپنے ہمسائے کے گھر سے آتی آواز کو سن کر وہ آگے جانے لگا۔ لیکن اُس کی ماں نے اُسے پکڑا اور لے کر اندر چلی گئی۔

"اماں! یہ لوگ کہاں جا رہے ہیں؟ میری دولت بھی اُن کے پاس ہے۔ مجھے لینے جانا ہے۔"

"نہیں بیٹا! وہ نہیں لے کر جائیں گے بعد میں اُٹھا لیں گے۔" اماں نے اُس کو پیار سے سمجھایا کیونکہ ہندو جا رہے تھے اور جو بھی رستے میں آتا تھا چاہے وہ کوئی مسلمان ہو اُسے مار دیتے تھے۔

مسلمان ہجرت کر کے آ رہے تھے اور ہندو سب کو لوٹ مار کر جا رہے تھے۔ مدد تو اُن کو بھی اپنے مسلمان بھائیوں بہنوں کی کرنی تھی لیکن دولت کے بغیر کیسے؟" جب اماں خیالوں سے نکلی تو بیٹے کو سوتے ہوئے پایا۔

وہ مطمئن سی اُس کے ساتھ لیٹ گئی۔ لیکن وہ سویا نہیں تھا اُسے اپنی دولت حاصل کرنی تھی ہر صورت۔ جلدی جلدی چلنے کے باوجود بھی وہ آخری ڈبے میں سوار ہو سکے تھے۔

"جناب! کیا ہوا، بڑی جلدی میں لگتے ہیں" گلاب نے اپنے دانتوں کی نمائش کی۔

"استاد رحمت! آپ؟ ادھر میرے پاس بیٹھیں"

وہ خاموشی سے ساتھ والی جگہ پر بیٹھ گئے۔ انہیں جو بھی کرنا تھا خاموشی سے کرنا تھا۔ استاد جی نے گاؤں سے بھری ریل گاڑی میں نظریں دوڑائیں جو لوگوں سے بھری پڑی تھی۔

ان کی آپس میں محبت کو دیکھ کر کوئی بھی سامنے نہ آتا تھا کیونکہ وہ تعداد میں زیادہ تھے اور اتفاق میں ہمیشہ برکت ہوتی ہے۔

اس لیے آہستہ آہستہ چھپ کر ایک ایک کو الگ کر رہے تھے اور اُن کافروں کی اس سازش کو معصوم اور بھولے گاؤں والے سمجھنے سے قاصر تھے۔

اُستاد جس کو کچھ ایسا کرنا تھا جس سے گاؤں

والے دوبارہ اِس گلاب کو دیکھ بھی نہ سکیں۔

انہوں نے اپنی زمینیں اور جائیدادیں حتیٰ کہ اولاد کو بھی دین اسلام کی حفاظت اور اس کو پھیلانے کے لیے چھوڑا تھا اسی لیے وہ باقی کی زندگی مکمل طور پر اسلام کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق گزارنا چاہتے تھے۔

اسی لیے اگر انہیں کہیں سے بھی خبر ہوتی کہ فلاں جگہ پر تعلیم دی جاتی ہے وہ اُسی طرف بھاگ پڑتے تھے اور ایسی بات کا گلاب جیسے لوگ فائدہ اُٹھا رہے تھے۔

وہ سوچ سوچ کر تھک چکے تھے۔ ایک ٹھنڈی سانس ہوا کے سپرد کرتے ہوئے آنکھیں موند لیں۔

☆......☆......☆

''ستان'' کا مطلب ہے رہنے کی جگہ'' استاد جی نے بچوں کی طرف دیکھا، آج سارے بچے حاضر دماغی سے کام لے رہے تھے۔آخر دو دن کی چھٹی کے بعد جو آئے تھے سکول۔ ہندوستان کا مطلب ہندوؤں کے رہنے کی جگہ اسی طرح وہاں کے لوگوں کی ذاتوں کی بنا پر رکھا گیا ہے جیسے بلوچستان اور افغانستان وغیرہ۔

''مگر استاد جی....'' اپنی بات ادھوری چھوڑ کر استاد جی کی طرف دیکھا کہ کہیں ایسا نہ ہو آج پھر مار پڑ جائے۔ اگر اُستاد جی کا آج دل نہ کیا تو کھاتے میں لکھ لیتے ہیں۔

''ہاں بولو!'' اُستاد جی بھی سمجھ گئے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو سختی کی وجہ سے بچے پڑھنا ہی چھوڑ دیں. اسی لیے نرم لہجے میں پوچھا۔

''اگر سارے ملکوں کے اور شہروں کے نام ایسے ہیں تو پھر ہمارے ملک کا نام مسلمستان کیوں نہیں؟ یہ بھی تو رکھا جا سکتا تھا نا؟'' سرفراز نے الجھن بھرے چہرے کے ساتھ سوال کیا۔

''بالکل رکھا جا سکتا تھا، لیکن پھر بھی پاکستان رکھا گیا۔مطلب پاک لوگوں کے رہنے کی جگہ جہاں صرف اور صرف ایسے لوگ بستے ہوں جو پاک ہوں۔ جن کے دل ایک دوسرے کو خوش دیکھ کر خوش ہوتے ہوں۔ اگر ایک مسلمان بھائی تکلیف میں ہو تو سارے مسلمان خود کو تکلیف میں محسوس کریں۔

کیونکہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:

''تمام مسلمان جسد واحد کی طرح ہیں اگر جسم کے ایک حصے میں تکلیف ہو تو پورا جسم تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔''

''پاک لوگوں کے رہنے کی جگہ یعنی ہمارا پاکستان'' سارے بچوں نے بلند آواز میں کہا۔ استاد جی یکدم اُٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

''اُستاد جی ابھی تو چھٹی نہیں ہوئی۔'' علی نے اُستاد جی کو بیگ اٹھاتے دیکھا تو پوچھ بیٹھا۔

''آج تھوڑا کام ہے، تم لوگ اب گھر جاؤ!'' یہ

کہتے ہی اُستاد جی سکول سے نکل گئے۔ اُس کے کانوں میں بچوں کی آوازیں تھیں۔

"پاک لوگوں کے رہنے کی جگہ یعنی ہمارا پاکستان"

☆......☆......☆

شاید وہ لوگ اب چلے گئے ہیں۔ مجھے اُن کے گھر میں جا کر دیکھ لینا چاہیے۔

تین چار گھنٹے بعد شور کم ہوتا محسوس کیا، اسی لیے بنا آہٹ کے اُٹھا اور باہر کی طرف دوڑ لگا دی۔ ساتھ والے گھر میں بالکل خاموشی تھی وہ چپکے سے اُس کمرے کی طرف بڑھا جس کے لیے وہ یہاں آیا تھا۔

"پتا نہیں کچھ چھوڑا بھی ہے یا نہیں" یہ سوچتے ہوئے جب اُس نے سامنے والی الماری کھولی تو اچانک اُس کا چہرہ کھل اٹھا۔

"شکر ہے سب کچھ یہیں ہے اس سے پہلے کہ اماں آئے میں جلدی سے لے جاتا ہوں۔" احترام کے ساتھ الماری سے اپنے ساتھ لائے ہوئے تھیلے کو بھر دیا۔ تھیلے کو کندھے پر رکھا اور واپس گھر کی طرف لوٹا۔

"کہاں گیا تھا پتر رحمت!" اماں نے کمر پر لٹکتے وزن کو دیکھا۔

"یہ لینے گیا تھا۔ رحمت نے تھیلے کو پاس پڑی چارپائی پر الٹایا۔ دھڑ کی ہلکی آواز کے ساتھ کتابیں اور کاپیاں گرتی چلی گئیں۔ آدھی چارپائی کتابوں اور کاپیوں سے بھر گئی۔

"ٹھیک کیا آپ نے اماں! وہ میری دولت کو چرا نہ سکے، کیونکہ میرے استاد جی نے کہا تھا کہ علم دولت ہے جو کوئی چرا نہیں سکتا اور اماں ایک راز کی بات بتاؤں؟" آواز قدرے آہستہ تھی۔

"ہاں پر جلدی بتا مجھے خبر ہے راز کی بات تیرے پیٹ میں نہیں رہ سکتی۔" اماں جانتی تھی پھر کوئی کتابی بات کرے گا۔

"اس دولت کی ہر بچے کو تلاش ہے، اور بعد میں بھی ہوگی۔ جتنا زیادہ میں اس کو چھپاؤں گا اُسی تیزی سے یہ کم ہوگی اور بانٹنے سے لوگوں کی مدد کے ساتھ ساتھ میری دولت میں بھی اضافہ یعنی علم میں۔" رحمت کتابوں کو ترتیب دینے لگا تھا۔

دولت.....

مدد.....

"اگر مجھے مدد کرنی ہے تو رحمت کو پڑھانا ہوگا چاہے کتنے ہی مشکل حالات کیوں ناں ہوں۔ میں تجھے پڑھاؤں گی لیکن تو پڑھ لکھ کر استاد بننا" اماں نے رحمت کو گلے لگاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہو گیا اماں! میں استاد بنوں گا اور اپنے وطن کو اس دولت سے بھر دوں گا۔"

☆......☆......☆

"یہ دیکھو! پورے دس روپے زیادہ لے لیے مجھے غریب کے" اچانک پرسکون ریل گاڑی میں شور ہوا۔

یہ رحمت استاد ہی تھے جو اُونچا اُونچا بول رہے تھے تا کہ سب لوگ جمع ہو جائیں۔

''جھوٹ، واہ کیا کہنے آپ کے میں غلطی سے بھی چوری نہ کروں، اور تمہارے روپے کیوں رکھوں گا میں؟''

''اچھا تو ٹھیک ہے پھر اپنا ہاتھ دیکھاؤ!'' رحمت نے پریقین انداز میں کہا۔

کیونکہ انہوں نے دیکھا تھا جب گلاب نے غلطی سے زیادہ روپے ہاتھ سے لیے تھے۔

''کیوں میں کوئی چور تھوڑی نہ ہوں۔ میں نہیں دیکھاؤں گا'' گلاب نے جواب دیا۔

''ارے! دیکھانے میں کیا حرج ہے؟ ہمیں تسلی ہو جائے گی''

پاس کھڑے آدمی نے پیار سے کہا۔

''یہ دیکھو! لیکن ہتھیلی پر دس روپے اضافی دیکھ کر گلاب حیران رہ گیا۔ پھر اپنی حیرانی پر قابو پاتے ہوئے بولا۔

''نہیں نہیں۔ یہ میرے اپنے ہیں۔ یہ جھوٹ صرف اس لیے بولا کہ کہیں لوگ اسے چور نہ سمجھ لیں۔''

''اب کیا کریں؟'' بہت ساری آوازیں ایک ساتھ گونجیں۔

''میرے دس روپے پر نشانی ہے۔'' استاد رحمت کو اچانک یاد آیا کہ بچوں کو پڑھاتے وقت انہوں نے بے دھیانی میں اُوپر پاک لکھ دیا تھا۔ اُس کے اوپر ایسے لفظ لکھے ہوئے ہیں۔

انہوں نے ہاتھ پر جلدی سے ڈال کر دیکھائے۔

''ہاں یہ تو استاد جی کے ہیں'' دس روپے دیکھ کر جواب ملا۔

''تم نے چوری کی ہے اور اسلام کے مطابق تمہارا ہاتھ کاٹیں گے'' رحمت کے ساتھ کھڑے ہوئے ایک شخص نے کہا۔

جب گلاب نے یہ سنا تو بھاگنے لگا لیکن ہجوم سے بچ کر نہ جا سکا۔ چاقو نکال کر گلاب نے لوگوں پر وار کیا لیکن لوگ زیادہ تھے انہوں نے اُسے پکڑ لیا اور پولیس کے حوالے کر دیا گیا۔

اُستاد رحمت مسکرا رہے تھے اور دس روپے کے نوٹ کے اوپر سے پڑھ رہے تھے۔

''پاک، پاک یعنی ہمارا پاکستان''

☆......☆......☆

مُٹھی بھر مجاہدین اُحد پہاڑ کے سائے میں لڑی جانے والی جنگ جیت چکے ہیں اور کفّارِ مکہ راہِ فرار اختیار کر رہے ہیں۔ شیطان اپنا سَر پیٹ رہا ہے۔ جبل رماۃ پر پہرے پر مامور جنگجو اپنے کمانڈر کے منع کرنے کے باوجود، مورچہ چھوڑ کر میدانِ جنگ کی طرف چلے گئے ہیں کہ اچانک، پسپا ہو کر بھاگنے والے قریش کے کمانڈر، خالد بن ولید کی نظر جبل رماۃ کے خالی مورچے پر پڑی اور پھر وہ برق رفتاری سے پلٹا۔ رماۃ پر موجود چند مجاہدین کو شہید کرتا ہوا میدانِ جنگ میں مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا۔ اُس کا حملہ اتنا اچانک، حیران کُن اور شدید تھا کہ مسلمانوں کو سنبھلنے کا موقع نہ مل سکا اور یوں ذرا سی غفلت سے شدید جانی نقصان اٹھانا پڑا۔

تاریخِ اسلامی کے ماتھے کا جھومر

حضرت خالد بن ولیدؓ تاریخِ اسلامی کے ماتھے کا جھومر ہیں کہ جن کے محیّر العقول اور ولولہ انگیز جنگی کارنامے دیکھ کر ماہرینِ حرب و ضرب انگشت بدنداں رہ گئے۔ جن کے برق رفتار طوفانی حملوں اور لگاتار فتوحات نے دُنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ، ملّتِ اسلامیہ کا وہ عظیم جرنیل کہ جنھوں نے قیصر و کسریٰ کے تخت و تاج کو پامال کر ڈالا۔ روم، ایران کے شاہی محلاّت اپنے گھوڑوں کی ٹاپ سے روند ڈالے۔ جن کی تلوار کی زَد سے بڑے بڑے نام وَر سورما گھبرائیں اور کوئی مقابلے پر نہ آئے۔ جن کا نام کفّار کے دِلوں کو دہشت زَدہ کر دے۔

خالد بن ولیدؓ، اللہ کی وہ تلوار کہ جو کفّار، مشرکین، مرتدین، یہود و نصاریٰ اور مجوسیوں پر اللہ کا قہر بن کر نازل ہوئی۔ جن کے نام سے کفر کے ایوانوں میں لرزہ طاری ہو جائے، جو سبز آندھی بن کر

چھائے اور جنگ کے میدانوں میں لاشوں کے ڈھیر اور سروں کے مچان بنا دے۔ جن کے ہاتھوں کی طاقت سے برہنہ شمشیریں بھی ٹوٹ کر بکھر جائیں۔ جنھوں نے ملّتِ اسلامیہ کی سرحدوں کو آدھی دنیا تک پھیلا دیا۔

خالد بن ولیدؓ، عزم و ہمّت، عمل و بے داری، شجاعت و بہادری، طاقت و جواں مردی کا عظیم پیکر، جن کا وجود فتح کی علامت، نصرت کا نشان۔ مسلمانوں کی آن، مجاہدین کی شان، اللہ کے نبیؐ کا پیارا، صدیق اکبرؓ کی آنکھوں کا تارا، حلقۂ یاراں میں ریشم کی طرح نرم، رزمِ حق و باطل میں فولاد کی طرح سخت۔ فتح و نصرت، جس کی قدم بوسی کے لیے دیدہ و دِل فرش راہ کر دے، کامیابیاں جس کی منتظر ہوں، عاجزی و انکساری اور اطاعت و فرماں برداری کا یہ عالم کہ امیرالمومنین، فاروقِ اعظمؓ جب معزول کر دیں، تو لمحہ بھر میں سپہ سالار سے سپاہی بن کر رہتی دنیا تک کے لیے مثال بن گئے۔

خالد بن ولیدؓ، مسلمانوں کے وہ ہیرو کہ آج بھی جن کا نام لہو کو گرم اور دِلوں کی دھڑکنوں کو تیز کر دیتا ہے۔

تعارف

مضبوط، چاق چوبند جسم، دراز قد، سُرخ وسفید روشن چہرہ، چوڑا اور کشادہ سینہ، چمکتی عقابی آنکھیں۔ شہہ سواری، نیزہ بازی، تیر اندازی اور شمشیر زنی کا جادوگر، جنگی حکمتِ عملی اور سیاسی چالوں کا ماہر۔ بے خوف، نڈر، بہادر، جَری، پاک دامن، شریف النّفس، عبادت گزار، قسمت کا دھنی، برق رفتار، آتش جواں، شعلہ بیاں، جرنیل، حضرت خالد بن ولیدؓ قبیلہ بنو مخزوم کے سردار اور قریش کے بااثر رئیس، ولید بن مغیرہ کے گھر پیدا ہوئے۔

آپؓ کے والد، ولید بن مغیرہ اور طائف کے عروہ بن مسعود ثقفی کا شمار ایسے معززین میں ہوتا تھا کہ جن کے بارے میں قریش کہا کرتے تھے ’’اگر اللہ کو قرآن نازل کرنا ہی تھا، تو اِن پر کیوں نہ کیا۔‘‘ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کی سورہ ’’الزخرف‘‘ میں بیان فرمایا ہے۔

سلسلہ نسب

آپؓ کا سلسلۂ نسب یوں ہے۔ خالد بن ولیدؓ بن المغیرہ بن عبداللہ بن عُمر بن مخزوم القریشی المخزومی۔ آپؓ کی والدہ کا نام، لبابہ صغریٰ ہے، جو رسول اللہ ﷺ کی زوجہ، اُمّ المومنین، حضرت میمونہؓ کی ہمشیرہ تھیں۔ بارگاہِ رسالت سے آپؓ کو ’’سیف اللہ‘‘ کا خطاب عطا ہوا۔

قبولِ اسلام

حارث بن ہشام روایت کرتے ہیں کہ مَیں نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو کہتے سُنا کہ ’’اسلام قبول کرنے سے پہلے مَیں تقریباً ہر معرکے میں آنحضرت ﷺ کے سامنے نئے عزم و ولولے کے ساتھ آتا، لیکن ہر مرتبہ کچھ اس طرح میرے دِل پر آپ ﷺ کا رُعب و دبدبہ طاری ہوتا کہ

میرے حوصلے پست ہو جاتے اور مجھے یوں محسوس ہوتا کہ جیسے کوئی غیبی طاقت اُن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت فرما رہی ہے۔ پس مجھے یقین ہو گیا کہ یہ لوگ پوری دنیا پر غالب آجائیں گے" (طبقات ابن سعد)

حضرت خالد بن ولیدؓ قبولِ اسلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "غزوۂ خندق کے بعد ایک دن مجھے اپنے بھائی کا خط ملا، جس میں اُنہوں نے لکھا کہ" اے میرے پیارے بھائی جان! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے دریافت کیا کہ خالد کہاں ہے؟ مَیں نے عرض کیا "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! انشاء اللہ وہ بہت جلد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں ہو گا۔"

اس خط کے بعد، ایک دن مَیں نے خواب دیکھا کہ مَیں تنگ و تاریک، بھیانک جگہ سے ایک سرسبز و شاداب اور کُھلے میدان کی طرف جا رہا ہوں۔ میری آنکھ کُھلی، تو میری دنیا بدل چُکی تھی۔ مَیں نے عثمان بن طلحہؓ سے مدینہ جانے کا کہا، تو وہ خوشی خوشی میرے ساتھ جانے پر رضامند ہو گئے اور ہم اللہ کی راہ میں نکل کھڑے ہوئے۔ ابھی ہم کچھ ہی دُور گئے تھے کہ ہمیں عمرو بن عاصؓ بھی مل گئے، وہ بھی اسی مقصد کے لیے مدینہ جا رہے تھے۔ چنانچہ ہم نے اپنے آپ کو بارگاہِ رسالت میں پیش کر دیا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرطِ محبّت سے صحابہ کرامؓ سے فرمایا "مکّہ نے اپنے جگر گوشے تمہاری جانب پھینک دیے ہیں۔" میرے اسلام قبول کرنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"خالدؓ! تمہاری عقل و دانش اور فہم و فراست کی بناء پر مجھے قوی اُمید تھی کہ تم ایک نہ ایک دن ضرور مسلمان ہو جاؤ گے۔"

کاتبِ وحی

دُنیا حضرت خالد بن ولیدؓ کو ایک نام وَر جرنیل و فاتح کے طور پر جانتی ہے اور کم ہی لوگوں کو علم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنھیں کاتبِ وحی کے منصب پر بھی فائز فرمایا تھا۔ مختلف کُتب میں آپؓ کے کاتبِ وحی ہونے کا ذکر صراحت سے موجود ہے۔

معرکۂ موتہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں سب سے خون ریز معرکہ، 8ہجری میں شام کے سرحدی علاقے، (موجودہ اُردن) بلقاء کے قریب "موتہ" نامی بستی میں پیش آیا، جس میں حضرت خالد بن ولیدؓ مسلمان ہونے کے بعد پہلی مرتبہ ایک سپاہی کی حیثیت سے شریک ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی، حارث بن عمیرؓ کو ایک خط دے کر حاکمِ بصریٰ کے پاس روانہ کیا، لیکن اُنہیں قیصرِ روم کے گورنر، شرجیل بن عمرو غسانی نے گرفتار کر کے شہید کر دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کے سفیر کی شہادت کا بدلہ لینے کے لیے حضرت زید بن حارثہؓ کی قیادت میں 3 ہزار جنگ جوؤں کا لشکر روانہ کیا

اور تاکید فرمائی کہ ''زیدؓ شہید ہو جائیں، تو جعفر بن ابی طالبؓ کو سپہ سالار بنالیں، اگر وہ بھی شہید ہو جائیں، تو عبداللہ بن رواحہؓ کو امیر بنالیں اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں، تو مسلمان اپنے میں سے کسی کو امیر منتخب کرلیں۔'' اسلامی لشکر موتہ پہنچا، تو شاہِ روم، ہرقل ایک لاکھ جنگجوؤں کے لشکر کے ساتھ مسلمانوں کا منتظر تھا۔ گھمسان کی جنگ ہوئی اور مسلمانوں کے تینوں سپہ سالار شہید ہو گئے۔

مجاہدین کے لیے یہ مایوس کُن صُورتِ حال تھی۔ میدانِ جنگ پر رومیوں کا قبضہ تھا، ایسے میں مسلمانوں نے فوج کے ایک سپاہی، خالد بن ولیدؓ کو اپنا سپہ سالار منتخب کیا اور جھنڈا اُن کے ہاتھ میں تھما دیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے میدانِ جنگ میں ایک پُرجوش اور ولولہ انگیز تقریر کی اور اچانک رومیوں پر بھرپور حملہ کردیا۔

رومی اس اچانک اور بھرپور حملے کے لیے ذہنی طور پر تیار نہ تھے۔ چنانچہ وہ بدحواس ہو گئے اور شکست اُن کا مقدر بن گئی۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت خالدؓ نے فرمایا کہ ''جنگِ موتہ کے روز میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹ گئیں۔ پھر میرے ہاتھ میں صرف ایک یمنی بانا (چھوٹی تلوار) باقی بچی۔'' اُدھر مدینہ میں جنگِ موتہ ہی کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وحی کی بناء پر فرمایا کہ ''جھنڈا زیدؓ نے لیا اور وہ شہید کردیے گئے۔ پھر جعفرؓ نے لیا اور وہ بھی شہید کردیے گئے پھر ابن رواحہؓ نے لیا اور وہ بھی شہید کر دیے گئے (اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آنکھیں اشک بار تھیں) یہاں تک کہ جھنڈا، اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے لے لیا (اور ایسی جنگ لڑی کہ) اللہ نے ان پر فتح عطا فرمائی'' (صحیح بخاری، باب غزوۂ موتہ)۔

فتحِ مکّہ اور غزوۂ حنین

20 رمضان المبارک 8 ہجری کو فتحِ مکّہ کے موقعے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وادی ذی طویٰ میں لشکر کی تربیت و تقسیم فرمائی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کو داہنے پہلو پر رکھا۔ اس میں اسلم، سلیم، غفّار، مزینہ، جہینہ اور کچھ دوسرے عرب قبائل تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خالد بن ولیدؓ کو حکم دیا کہ ''وہ مکّے میں زیریں حصّے سے داخل ہوں اور اگر قریش میں سے کوئی آڑے آئے، تو اُسے کاٹ کر رکھ دیں اور کوہِ صفا پر ہم سے ملیں۔''

حضرت خالدؓ اور اُن کے رفقاء کی راہ میں جو مشرک آیا، اُسے جہنّم رسید کرتے کوہِ صفا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جا ملے۔ اس موقعے پر حضرت خالد بن ولیدؓ سے جھڑپ میں 12 مشرک مارے گئے، جبکہ دو صحابیؓ شہید ہوئے، وہ بھی راستہ بھول کر لشکر سے جدا ہو جانے کی وجہ سے'' (الرحیق المختوم)

فتحِ مکّہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت خالدؓ کو 30 مجاہدین کے لشکر کا امیر بنا کر ''عزیٰ'' نامی بُت گرانے کے لیے روانہ کیا۔

8 ہجری کے ماہِ شوال میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

نے قبیلہ ہوازن کی سرکوبی کے لیے مکّہ مکرّمہ سے وادیٔ حنین کی جانب کوچ فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ بارہ ہزار جنگجو تھے۔

10 ہزار وہ جو فتحِ مکّہ کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمراہ تھے اور دو ہزار مکّے کے نومسلم۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی ایک لشکر کے سالار کی حیثیت سے ساتھ تھے۔ اللہ نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی اور بہت سا مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ غزوۂ حنین کے بہت سے شکست خوردہ مشرک طائف میں قلعہ بند ہو گئے تھے۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ایک ہزار مجاہدین کے لشکر کا امیر بنا کر ہراول دستے کے طور پر طائف روانہ کیا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بقیہ فوج کے ساتھ خود بھی طائف کا رُخ فرمایا۔

غزوۂ تبوک

غزوۂ تبوک کے موقعے پر کوئی بھی رومی قبیلہ مسلمانوں سے مقابلے کے لیے تیار نہ تھا۔ سب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آ کر جزیہ دینے پر رضامندی ظاہر کر دی۔

اس موقعے پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو چار سو بیس سواروں کا لشکر دے کر دومتہ الجندل کے حاکم، اکیدر کو گرفتار کرنے بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''تم اُسے نیل گائے کا شکار کرتے پاؤ گے۔'' حضرت خالد رضی اللہ عنہ جب اُس کے قلعے کے قریب پہنچے، تو دیکھا کہ ایک نیل گائے قلعے کے دروازے پر موجود ہے اور چاندنی رات میں اکیدر اُسے شکار کرنے کے لیے قلعے سے باہر آیا ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اُسی وقت اُسے گرفتار کر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جزیہ دینے کے اقرار پر اُسے چھوڑ دیا۔

جنگِ یمامہ

ذی الحجہ 11 ہجری کو خلیفۂ اوّل، سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو تیرہ ہزار مجاہدین کے لشکر کا امیر بنا کر نبوّت کے جھوٹے دعوے دار، مسیلمہ کذّاب کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔

مسیلمہ اپنے قبیلے، ربیعہ کے چالیس ہزار جنگجوؤں کے لشکر کے ساتھ ''یمامہ'' کے مقام پر مسلمانوں کے مدِّمقابل آیا۔

اس موقعے پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بہترین جنگی حکمتِ عملی، سیاسی بصیرت اور ولولہ انگیز تقاریر کے ذریعے مجاہدین میں شوقِ شہادت کو بڑھا دیا اور پھر بپھرے شیر کی طرح مسیلمہ کی فوج کے پرخچے اُڑا دیئے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل، وحشی نے اپنا نیزہ مسیلمہ کے سینے میں اُتار کر اُسے جہنّم رسید کر دیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ عراق اور ایران میں

ابھی خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جنگِ یمامہ سے فارغ ہی

ہوئے تھے کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے آپؓ کو عراق اور ایران کی جانب پیش قدمی کا حکم صادر فرما دیا۔ حضرت خالدؓ نے لبیک کہا۔

چنانچہ محرّم 11 ہجری میں حضرت خالدؓ عراق کے علاقے ''ابلہ'' کو فتح کرتے ہوئے ایرانی صوبے ''حضیر'' جا پہنچے۔

اس صوبے کا حاکم، ہرمز نہایت دلیر جنگ جُو سردار تھا، جس کی دھاک عرب، عراق، ایران اور ہندوستان تک بیٹھی ہوئی تھی، کیوں کہ اُس کے جنگی بیڑے ہندوستان پر بھی حملہ آور ہوئے تھے۔

ہرمز کی مدد کے لیے شاہِ ایران نے مزید ایک لاکھ فوج بھیج دیے، جبکہ اسلامی لشکر صرف تیرہ ہزار مجاہدین پر مشتمل تھا۔ یہاں حضرت خالدؓ نے ایک اور جنگی حکمتِ عملی اپنائی اور سب سے پہلے خود میدانِ جنگ میں گئے۔

اپنے گھوڑے کو ہرمز کے خیمے کے پاس کھڑا کر کے اُسے مقابلے کی دعوت دی۔ وہ باہر نکلا، دونوں میں دو بدو لڑائی ہوئی اور پھر حضرت خالدؓ نے اُسے زمین پر گرا دیا اور اُس کے سینے پر سوار ہو کر سر تن سے جدا کر دیا۔

یہ سب اتنا اچانک اور تیزی سے ہوا کہ ایرانی فوج بد حواس ہو کر بھاگ نکلی۔

اس جنگ میں بہت زیادہ مالِ غنیمت اور ہیرے جواہرات مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔ حضرت خالدؓ نے عراق میں دو سال قیام کیا۔

فوج اور سامانِ حرب کی قلّت کے باوجود، ان دو برسوں میں 15 جنگیں لڑیں اور سرزمین عراق کو دشمنوں سے پاک کر دیا۔

جنگِ یرموک

حضرت خالد بن ولیدؓ کی قیادت میں لڑی جانے والی اس جنگ میں رومی جرنیل، ہامان 2 لاکھ، 40 ہزار کا لشکر لے کر میدان میں اُترا، جبکہ مجاہدین کی تعداد 40 ہزار تھی۔ مسلمان نہایت جَم کر لڑے اور فتح نصیب ہوئی۔ اس جنگ میں ایک لاکھ، تیس ہزار رومی مارے گئے۔

وفات

وہ 21 ہجری کی ایک غمناک رات تھی، جب حمص شہر میں بسترِ مرگ پر لیٹے ہوئے دنیا کے سب سے عظیم سپہ سالار اور فاتح، حسرت و یاس کی تصویر بنے کہہ رہے تھے۔

''اللہ گواہ ہے کہ مَیں نے ایک سو سے زیادہ جنگوں میں شرکت کی۔ میرے جسم کا کوئی حصّہ ایسا نہیں، جہاں تیر کے نشان اور نیزے کے گھاؤ نہ ہوں، مگر ہائے افسوس کہ آج مَیں میدانِ جنگ کی بجائے بستر پر مر رہا ہوں۔''

حضرت خالد بن ولیدؓ کا انتقال ہوا، تو اُن کے وَرثے میں ایک گھوڑے اور سامانِ حرب کے سوا کچھ نہ تھا۔

☆......☆......☆

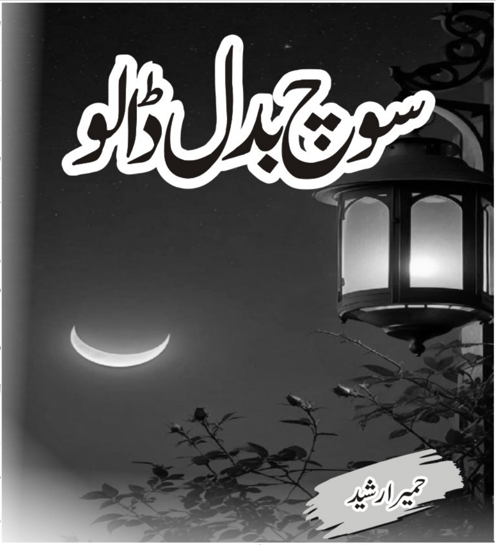

سوچ بدل ڈالو

حمیرا رشید

''چھوڑو یار! کیا بتا رہے ہو مجھے، یہ مولوی تو ایسے ہی ہوتے ہیں۔'' یوسف نے محب کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

محب گزشتہ کئی دنوں سے نوٹ کر رہا تھا، جب بھی وہ بولتا ہمیشہ ''مولوی'' کو خوب کھینچ تان کر پیش کرتا۔ اپنے شک کو دور کرنے کے لیے محب نے یہ ذکر چھیڑا تو یوسف نے خوب مرچ مصالحے لگا کر مولویوں کو برا بھلا کہا۔

☆......☆......☆

''ہاں مائیکل یار! اور بھی کچھ بتاؤ مجھے، تاکہ میری معلومات میں اور اضافہ ہو۔''

یوسف نے اپنے پڑوسی مائیکل مسیح سے کیرم بورڈ کھیلتے ہوئے کہا۔

یوسف روزانہ شام کو کاموں سے فارغ ہو کر مائیکل کے گھر چلا جاتا تھا۔ وہاں مائیکل اور یوسف کیرم بورڈ کھیلتے اور آپس میں گفتگو بھی کرتے تھے۔

مائیکل نے کہنا شروع کیا:

''آج کے داڑھی والے سب دہشت گرد ہیں۔ یہ بے وقوف اپنے آپ کو دینِ اسلام کے لیے بم باندھ کر اڑا دیتے ہیں۔ ان کے پاس اسلحے کے ڈھیر بڑی مقدار میں موجود ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کے پاس دولت بھی بہت زیادہ ہے۔ خود بھی یہ آزادی سے نہیں جیتے، اور دوسروں کو بھی آزادی سے نہیں جینے دیتے۔

انہوں نے انتہا پسندی کا شور مچایا ہوا ہے۔ ان کا کام مدرسوں اور مسجدوں میں دہشت گرد پیدا کرنا ہے۔ تم ان سے بچ کر رہنا، یہ بہت خطرناک لوگ ہیں۔ یہ لوگ خود وہی کام کرتے ہیں دوسروں پر دین کا لیبل لگاتے ہیں۔ یہ دین پڑھ کر جاہل ہیں۔''

☆......☆......☆

''شاباش مائیکل بیٹے! تم نے ہمارے مشن میں ایک اور شکار کا اضافہ کر دیا۔ تم نے وہ کام کیا جو بہت کم لوگ کر پاتے ہیں۔ میں تم سے بہت

خوش ہوں اور اسی خوشی میں آج تحفے میں ایک جدید رائفل دے رہا ہوں، اور یہ کل ہی ہمیں اپنے ملک کے جاسوسوں نے بھیجی ہے۔''

پروفیسر شیکان نے اپنے بیٹے مائیکل کو رائفل تھماتے ہوئے کہا۔

☆......☆......☆

محب نے پریشانی کے عالم میں گلی پار کی تو سامنے مائیکل مسیح کا سامنا ہو گیا۔ مائیکل نے طنزیہ انداز میں محب کو مخاطب کیا:

''اوہو! بڑے پریشان نظر آرہے ہیں محب صاحب۔ خیریت ہے نا؟؟؟

اب بولو جیت ہماری ہوئی یا تمھاری......

ہاہاہاہاہاہاہا ہم نے لوگوں کو بے بس کر رکھا ہے اور تم لوگ ہماری مرضی کے بغیر کچھ نہیں کر سکتے۔ تم لوگوں پر ہمارے ہی احکام مسلط ہوتے ہیں۔ وہ بھی تمہارے اپنے حکمران کی شکل میں... تمہاری قوم بلکہ پورا عالم اسلام اس وقت زیرِ اثر ہے اور ان پر ہماری مرضی چلتی ہے اور جو کوئی ہماری مرضی کی خلاف ورزی کرتا ہے تو ہم لوگ دہشت گردی کا لیبل لگا دیتے ہیں اور ہمارے ہم خیال اور ہماری ثقافت اپناتے ہوئے تمہارے ہی بھائی مولویوں پر الزامات کی بوچھاڑ کر دیتے ہیں۔ تمھارے وطن کے لوگ کبھی ترقی نہیں کر سکتے۔ مگر پھر بھی ان جاہلوں کو دیکھو کہ ہمارے ہی جیسا لباس اور ہماری ثقافت ہی کو اپناتے ہیں۔

دوسرے لفظوں میں ہم ادھر جو چاہتے ہیں، ویسا ہی ہوتا ہے۔ بس صرف مولویوں کی وجہ سے ہم یہاں پورزور لگا کر بھی بڑی حد تک ناکام ہو رہے ہیں۔ لیکن خیر کوئی بات نہیں۔ تمہیں بھی ہم آہستہ آہستہ ٹھکانے لگائیں گے اور لگا رہے ہیں۔ ہم کالجز، یونیورسٹیز غرض ہر جگہ اپنا زہر گھول رہے ہیں۔ جو کارآمد ثابت ہو رہا ہے۔ ہمیں تو سامنے کر آکر بولنے کی ضرورت بھی نہیں۔ ہم تو ایسی ذہن سازی کرتے ہیں۔ تمھارے اپنے ہی لوگ تم لوگوں پر بڑھ چڑھ کر کیچڑ اچھالتے ہیں۔''

مائیکل رکے بغیر بولتا چلا گیا۔

محب نے پوری بات سنی، وہ اپنے غصے کو کنٹرول کرتے بولا:

''ان شاءاللہ وہ دن کبھی نہیں آئے گا، تمھارے خواب کبھی پورے نہیں ہونگے۔ تم لوگ کل بھی ناکام تھے اور آج بھی۔

فرق صرف یہ ہے کہ مسلمانوں میں کچھ غدار پیدا ہو جاتے ہیں جو تم جیسے گھٹیا لوگوں سے چند ٹکے وصول کر کے اپنا دین و ایمان فروخت کر دیتے ہیں اور دنیا کی رسوائی کے ساتھ آخرت کی، ہمیشہ کی رسوائی ان کا مقدر بنتی ہے۔

ہمیں معلوم ہے، تم لوگوں کی یہاں وطنِ عزیز میں کئی ہزار این جی اوز ہیں۔ جو خالصتاً تم لوگوں کی ثقافت، مذہب اور بے حیائی کو فروغ

دے رہی ہیں اور ان سب کا مقصد مسلمان نوجوان نسل کو ان کے دین سے ہٹانے کے سوا کچھ نہیں اور انہیں اپنے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکامات پر عمل کرنے سے روکنا اور انہیں اپنے رنگ میں رنگنا ہے۔ مگر یاد رکھو! تم اپنے مقصد میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ چاہے کتنا زور لگالو۔ کتنی ہی جان مارلو۔ ہرگز ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتے۔ ان شاء اللہ۔''

''ہونہہ!!! کامیاب نہیں ہوسکتے... پتہ چل جائے گا، ذرا وقت تو آلینے دو!'' یہ کہتے ہوئے مائیکل آگے بڑھ گیا۔ محب کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی۔

☆......☆......☆

''او خدایا!!! مجھے یقین نہیں آرہا کہ مائیکل ایسا بھی ہوسکتا ہے۔''

یوسف نے ریکارڈ کی گئی پوری گفتگو سننے کے بعد کہا۔ دراصل محب ایسے موقعے کی تلاش میں تھا کہ کب مائیکل سے اکیلے میں ملاقات ہو اور کب وہ یوسف کو ان لوگوں کی چالبازیوں کے ثبوت مہیا کرے۔ جب مائیکل نے اس سے تفصیلی گفتگو کی تو محب نے موبائل پر ریکارڈنگ سسٹم آن کر دیا۔ یوں محب اور مائیکل کے درمیان ہونے والی پوری گفتگو ریکارڈ ہوگئی۔

یوسف کو پوری ریکارڈنگ سنانے کے بعد محب نے کہنا شروع کیا:

''میں اسی دن پریشان ہوگیا تھا جس دن سے تم نے نماز پڑھنا چھوڑ دی تھی۔ پھر مجھے پتہ چلا تم اپنے پڑوسی اور سابقہ کلاس فیلو مائیکل سے ملتے ہو۔ وہی مائیکل جس نے مجھے میرے ہی وطن میں حالیہ فلسطین اور غزہ کے مظلوم مسلمانوں کی حمایت میں آواز اٹھانے پر طرح طرح کے الزامات عائد کیے۔

میرا نمبر سسپنڈ کروا دیا۔ وجہ صرف یہ تھی میں نے حالیہ جنگ غزہ پر جتنا ہوسکا یونیورسٹی اور ڈیپارٹمنٹ میں اپنا کردار ادا کیا۔ احتجاجی مظاہروں میں ایک متحرک آواز تھی۔

اس وقت ان لوگوں کے خلاف میں کچھ نہ کر سکا۔ اللہ تعالیٰ کی مدد کے سوا اور کچھ میرے پاس نہ تھا۔ خیر بات آئی گئی ہوگئی۔ میں کہہ رہا تھا کہ جب میں نے تمھیں مائیکل کے ساتھ دیکھا تو میری چھٹی حس جاگ گئی۔ میں سمجھ گیا ان لوگوں نے تمھیں بہلا پھسلا کر تمہیں پھانس لیا ہے اور میرا خیال اس وقت صحیح ثابت ہوا۔ جب تم علماء اور خیر کے مراکز (مدارس) کے خلاف بہکی بہکی باتیں کرنے لگے۔ ان کے خلاف دلائل دینے لگے۔ اور لبرلز لوگوں کی حمایت کرنے لگے۔

یوسف!!! اس دنیا میں کوئی بھی سو فیصد نہیں۔ ہر انسان سے غلطیاں سرزد ہوجاتی ہیں۔ لیکن ہمارے معاشرے کا المیہ یہ ہے کہ ذرا سی کوئی غلطی اہلِ مدارس سے ہوجائے وہ زیادہ

اچھالی جاتی ہے۔ ہم خود ہی دین کو بدنام کرنے لگ جاتے ہیں۔ جبکہ اسلام تو ایک خوبصورت دین ہے۔ لیکن ہم انسان ہیں ہم غلطی کر جاتے ہیں۔ ہم معاملات کو ہائی لائٹ کرتے ہوئے یہ بھی نہیں سوچتے کہ ہم خود کس مقام پر کھڑے ہیں۔ ان کا وار کاری ثابت ہوتا ہے۔ یہ ہمیں اسلام اور علماء سے متنفر کرتے ہیں۔

یہ لوگ دنیا کے لیے ناسور ہیں۔ کون سی ایسی بری عادتیں اور باتیں ہیں جو ان میں نہیں۔

قرآن مجید میں ایسے لوگوں کو بدترین کہا گیا ہے۔ ان لوگوں کے سامنے سچا دین اسلام تو موجود ہے، پر یہ جانتے بوجھتے بھی دینِ اسلام کو قبول نہیں کرتے بلکہ الٹا یہ دوسروں کو بھی اسلامی تعلیمات سے ہٹانے اور نت نئے منصوبے بناتے ہیں۔

جو برائیاں یہ خود کرتے ہیں ہمیں بھی وہی برائیاں کرتے دیکھنا چاہتے ہیں۔ ان سب کاموں کے لیے یہ اپنا ضمیر کوڑیوں کے مول بیچنے والے لوگوں کا سہارا لیتے ہیں۔ اس طرح نوجوان نسل کو علماء حق سے بدظن کرتے ہیں اور داڑھی والوں سے نفرت کرنا سکھاتے ہیں۔

ملک بھر میں بدامنی، دھماکے اور لسانی فسادات اور نہ جانے کتنے فسادات کرواتے ہیں۔ اور بہت کم لوگ ان کی باتوں میں آکر ان کے ساتھ ان کے کاموں میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اور اپنے ہی ملک کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ علماء حق سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔

ایسے میں علماء اور مدارس کے متحرک سٹوڈنٹس کو چاہیے وہ ان ایکٹیویٹز پر نظر رکھیں۔ اور معاشرے میں اپنا مثبت کردار ادا کریں۔ ان سب کا فرض ہے کہ وہ اپنی تحریروں یا کسی بھی ذریعے سے اپنی قوم کے بچوں کو ان چالبازیوں سے آگاہ کریں اور نوجوانوں کا بھی فرض بنتا ہے کہ وہ ان بزرگوں کے طریقے اور باتوں پر عمل کریں اور ان کے پیچھے چلیں اور تمام اختلافات بھلا کر صرف اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق اپنی زندگی گزاریں۔ خود ساختہ مذاہب سے بچیں اور علماء حق کی مجلسوں میں حاضر ہوں اور دین کو صحیح طریقے سے سیکھیں۔

آؤ اب میں تمھیں سینٹرل جیل لے چلتا ہوں۔ جہاں مائیکل اور اس کے والد اور ان کا پورا گینگ پکڑا گیا۔ ان پر وطنِ عزیز میں لسانی فسادات کروانے اور لوگوں کو بے گناہ شہید کروانے کا جرم ثابت ہو چکا ہے۔''

تھوڑی دیر کے بعد محب اور یوسف آنکھوں میں آنسو لیے تیز قدموں سے لائبریری روڈ کی طرف چل دیئے۔

☆......☆......☆

وہ کون تھے؟؟

مجاہد بن محمد ارھابی

بدر کا معرکہ ختم ہو گیا تھا۔ کفار کے کچھ جنگجو قید ہو چکے تھے اور باقی سب شکست کھا کر مکہ لوٹ گئے تھے۔ مکہ میں کہرام مچ گیا تھا۔ کفار غصے کی آگ میں جل رہے تھے۔ ایسے میں ایک دن دو کفار آپس میں یوں گفتگو کرنے لگے:

پہلا: میرا جی چاہتا ہے کہ ابھی جا کر مسلمانوں کے سردار کو قتل کر دوں (نعوذ باللہ)۔

دوسرا: اچھی بات ہے۔ چلے جاؤ۔

پہلا: مگر میرا بیٹا ان کی قید میں ہے اور مجھ پر قرض بھی ہے۔

دوسرا: قرض کی فکر نہ کرو۔ تمہارا سارا قرض میرے ذمہ رہا۔

یہ بات سن کر پہلا کافر سردار خوش ہو گیا۔ اس نے مدینہ جانے اور نعوذ باللہ مسلمانوں کے سردار آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کی ہامی بھر لی۔ وہ ایک لمبا سفر طے کر کے مدینہ پہنچا۔ مسلمانوں نے اسے آتا دیکھا تو اندازہ لگا لیا کہ اس کا ارادہ اچھا نہیں ہے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد حفاظتی دیوار قائم کر دی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور اسے مضبوطی سے جکڑ لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

اے شخص! تم کیوں آئے ہو؟

وہ بولا: آپ کی قید میں میرا بیٹا ہے، اسے رہا کرانے آیا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے ارادے کی خبر ہو چکی تھی اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وہ ساری گفتگو اسے بتا دی

جو اس نے مکہ میں کافر سردار کے ساتھ بیٹھ کر کی تھی۔ یہ سن کر وہ حیران رہ گیا۔

اس نے لرزتی آواز میں کہا:

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کو دین کی تعلیم دو اور اس کے قیدی رہا کر دو۔

اس موقع پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بول اٹھے:

جب تم آئے تو تم میری نظروں میں سب سے ناپسندیدہ شخص تھے مگر اب تم مجھے اپنے بیٹوں سے بھی زیادہ عزیز ہو۔

کیا آپ نے اس شخص کو پہچانا جو اب صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟

آئیے آپ کو ان کے متعلق کچھ اور معلومات بھی دیتے ہیں۔

ان کا قبیلہ قریش ہے۔ غزوہ بدر کے بعد اسلام قبول کیا۔ کچھ عرصہ مکہ مکرمہ رہے پھر غزوہ احد سے پہلے مدینہ منورہ آگئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ حضرت ابو بکر و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے ادوار خلافت میں جنگی ذمہ داریاں نبھائیں۔

اسکندریہ کی فتح کے لیے بھیجے گئے دس ہزار کے امدادی لشکر کے ایک امیر یہ بھی تھے۔ سن بیس ہجری میں ان کی وفات ہوئی۔

سلسلہ ماہ محرم الحرام کا درست جواب:
حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ۔

وہ کون تھے؟؟

محمد حسنین

درست جواب ارسال کرنے والے دیگر قارئین

محمد حبیب اللہ۔ اسماء شوکت۔ ام حبیبہ۔ حافظ طوبیٰ ثانی۔ بنت کلثوم۔ خدیجہ شاہد۔ نسیمہ شاہد۔ قارہ عباس۔ ہمشیرہ محمد شبیر۔ بنت نور ولی۔ بنت قاری شاہد حسنین۔ محمد الیاس۔ محمد حذیفہ۔ حافظ عبد الباسط۔ ابرار قریشی۔ محمد انس

دانش کدہ

جہاں امام العقلاء، شاہ نُبلاء بوجھ بجھکڑ آپ کی مشکلات کے جواب دیتے ہیں

سوال: جناب بوجھ بجھکڑ صاحب!

دنیا میں سب سے آسان چیز کیا ہے اور سب سے مشکل چیز؟

جواب: سب سے آسان کام فضول سوال کرنا ہے اور سب سے مشکل کام فی الحال طے نہیں ہے۔

(انس فاروق)

☆......☆......☆

سوال: محترم بوجھ بجھکڑ صاحب!

آپ کا آبائی علاقہ کونسا ہے؟ اور آپ سے ملاقات کی کیا ترتیب ہو گی؟ تاکہ ہم آپ سے فیض حاصل کرسکیں؟

جواب: ہمارا فیض صرف رسالے میں دستیاب ہے۔

(محمد شمشاد نعیم)

☆......☆......☆

سوال: السلام علیکم بوجھ بجھکڑ صاحب!

بارشوں کا موسم ہے؟ ہمارے شہر میں پانی ہی پانی ہے۔ کوئی ایسا حل بتائیں کہ اس سے خلاصی ممکن ہو جائے؟

جواب: پانی کو سوکھنے کا وقت دے دیا کریں۔

(حبیب اللہ چترال)

☆......☆......☆

سوال: جناب بوجھ بجھکڑ صاحب!
انسان جب اپنی زندگی سے مایوس ہو تو اسے کامیابی بھی ناکامی نظر آتی ہے ایسا کیوں؟

جواب: کیونکہ وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو چکا ہوتا ہے۔

(ہمشیرہ محمد ابوبکر)

☆......☆......☆

سوال: محترم بوجھ بجھکڑ!!
پاکستان کب خود مختار ہوگا؟

جواب: جب مختارِ کل کے احکامات کے سامنے جھک جائے گا۔

(نعیم حسن)

☆......☆......☆

سوال: جناب بوجھ بجھکڑ صاحب!
دیواروں کے کان کہاں ہوتے ہیں؟

جواب: دیواروں کی ناک سے تین انچ دائیں بائیں۔

☆......☆......☆

سوال: جناب بوجھ بجھکڑ صاحب!
ہمیں اپنی فیس بک یا انسٹا گرام کی آئی ڈی بتائیں ہم ڈائریکٹ آپ سے مستفید ہونا چاہتے ہیں۔

جواب: معزز صارف! ڈائریکٹ استفادے کی سہولت دستیاب نہیں ہے۔

(بنت کلثوم)

☆......☆......☆

سوال: جناب بوجھ بجھکڑ صاحب!
حقیقی آزادی کا دن ہم کب منائیں گے؟

جواب: جس دن جنت کا پروانہ مل جائے گا۔ ان شاءاللہ

(محمد عبیداللہ)

☆......☆......☆

سوال: جناب بوجھ بجھکڑ صاحب!
السلام علیکم!
آپ سے ایک سیاسی سوال کرنا چاہوں گا، سیاست کس کو کہتے ہیں؟

جواب: اس سوال کا درست جواب چاہیے یا سیاسی جواب؟

(محمد صدیق)

☆......☆......☆

سوال: جناب بوجھ بجھکڑ صاحب!
اگر ہندوستان اور پاکستان ایک نہ ہوتے تو آپ کس شہر میں ہوتے؟

جواب: بلند شہر میں۔

☆......☆......☆

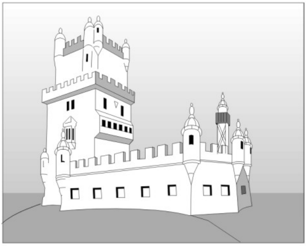

آدھی ملاقات

محترم ومکرم جناب ابو امامہ صاحب!

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!

امید ہے کہ آپ خیریت سے ہونگے ہم آپ کی اور آپ کی پوری ٹیم کی خیریت کی دعا کرتے ہیں،

محرم الحرام کا شمارہ ملا تو ہم خوشی سے غبارے کی طرح پھول گئے۔ ٹائٹل اتنا خوبصورت تھا کہ دل کرتا تھا کہ آنکھوں سے ہٹائیں ہی نہ۔ خیر جب ہم نے رسالہ کھولا تو اس کے اندر کی ہر اک کہانی نے ہمیں خوشی سے پاگل کر دیا۔ کچھ صفحات آگے چلے تو بنت نور الٰہی بھی اپنی کہانی کے ساتھ حاضر تھیں۔ ان کی کہانیاں بھی نہایت دلچسپ ہوتی ہیں، اللہ زور قلم اور بڑھائے۔ خیر سارا رسالہ بے حد اچھا تھا۔ اللہ ہمارے اس حسین رسالے کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ (آمین) آخر میں امیر محترم حضرت مولانا مسعود ازہر حفظہ اللہ کو بہت بہت سلام۔

والسلام

حبیبہ سلیمان

محترم ومکرم جناب مدیر صاحب!

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!

امید ہے سب خیریت سے ہوں گے مسلمان بچے کی پوری ٹیم کے لئے دل سے دعاء ہے ماشاء اللہ لکھاری بہت محنت سے لکھ رہے ہیں اور اچھی اچھی کہانیاں پڑھنے کو مل رہی ہے اللہ پاک انکے قلم میں برکتیں دے آمین۔

رسالے کا ٹائٹل دیکھ کر دل کو سکون سا ملتا ہے اور اس پر کی گئی محنت نظر آتی ہے اسکے بعد رسالے کی ہر ایک کہانی ماشاء اللہ!! محترم ابو امامہ صاحب کا اداریہ پڑھ کر دل کو سکون ملتا ہے اللہ انکے قلم میں برکت دے۔ آمین

ام محمد عبداللہ کی کہانی سنہری پری ماشاء اللہ بہت اچھی لکھی ہے مستقل سلسلے میں ٹیپو سلطان،

مولانا عبد الحفیظ امیر پوری صاحب کی یہ ٹیپو سلطان پر جو داستان ہے وہ بہت اچھی ہے ماشاء اللہ بہت محنت سے لکھتے ہیں۔

اسی طرح زبیر طیب صاحب سے گزارش ہے کہ جس طرح وہ جانباز لکھتے تھے اسی طرح مستقل سلسلے میں کوئی اور کہانی شروع کریں ہمیں انتظار ہے۔اسی طرح مدیر صاحب سے بھی درخواست ہے کہ وہ بھی ہمارے کہنے پر اپنے قلم کو تکلیف دیں اور یہ گزارش تمام مسلمان بچے کے پڑھنے والوں کی ہے۔

بس یہی گزارش تھی اللہ پاک تمام لکھنے اور پڑھنے والوں کو اپنی حفظ وامان میں رکھے آمین۔

والسلام

بنت نور الہی

☆☆☆☆☆

السلام علیکم

امید ہے کہ ’مسلمان بچے‘ کے تمام قارئین و لکھاری حضرات وخواتین صحت وعافیت والی زندگی گزار رہے ہونگے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے پیارے اور شکر گزار بندوں میں شامل فرمادے آمین۔

محرم الحرام کا شمارہ نگاہوں کے سامنے ہے انتہائی زبردست اور بہت ہی عمدہ سرورق، مدیر محترم کی انتھک محنتوں اور کاوشوں کا منہ بولتا ثبوت اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی رحمت کے سائے میں رکھے، اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا و آخرت میں ہر قسم کی خیر و برکت اور بھلائیوں سے سرفراز فرمائے، آپ اس رسالے کو تیار کرنے کے لئے جتنی محنت جانفشانی اور دن رات کی کوششیں کرتے ہیں۔

اللہ آپ کو آپ کی محنت اور نیک نیتی کا اعلیٰ سے اعلیٰ اجر دے گا اور اس رسالے کا اجر آپ کو ضرور ملتا رہیگا۔(ان شاء اللہ)

اللہ تعالیٰ اس مبارک رسالے میں برکت ڈال دے اور یہ کامیابیوں وکامرانیوں کی بلندیاں طے کرتا ہوا آسمان کی حدوں کو چھوئے ’مسلمان بچے‘ ’بڑے‘ ’بوڑھے‘ سب اس معطر گلدستے سے استفادہ حاصل کرتے رہیں اور ان سب کا اجر یہ گلدستہ بنانے والوں، اسے تیار کرنے والوں اسے پہنچانے والوں غرض کہ جس کسی کا بھی اس میں تھوڑا سا بھی حصہ شامل ہو اللہ تعالیٰ انہیں بے پناہ اجر عطا فرمائے۔آمین۔

والسلام

ام کلثوم

☆☆☆☆☆

السلام علیکم! محترم ومکرم مدیر صاحب!

اللہ تعالیٰ سے قوی امید ہے کہ ’’مسلمان بچے‘‘ کی پوری ٹیم اور تمام قارئین وقاریات اور لکھاری حضرات خیر وعافیت کیساتھ اپنے اپنے کاموں میں مگن ہونگے، اللہ تعالیٰ آپ سب کو ہمیشہ اپنی حفظ وامان میں رکھے (آمین)

''مسلمان بچے'' رسالہ بہت ہی اعلیٰ، عمدہ اور مفید ہوتا ہے ہم سب بہن بھائی بہت شوق سے پڑھتے ہیں خصوصاً جانباز کے لئے تو بہت ہی انتظار کرتے تھے لیکن چونکہ اب جانباز نہیں ہے اسی لیے مفتی زبیر طیب صاحب سے گزارش ہے کہ جانباز کے بعد کوئی دوسری قسط وار کہانی شروع کردیں ی رسالہ تو ہمیں ادھورا ہی لگتا ہے۔

ماشاء اللہ'' مسلمان بچے'' کے تمام لکھاری حضرات بہت محنت سے لکھ رہے اور بہت ہی عمدہ کہانیاں ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

آخر میں جہاد سے محبت رکھنے والوں کو سلام اور دعاؤں کی خصوصی درخواست ہے۔

والسلام:

محمد حذیفہ

☆☆☆☆☆

السلام علیکم محترم مدیر صاحب!

امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے اور آپ کی ٹیم بھی ایمان وسلامتی کی بہترین حالت میں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے کاموں میں برکت دے اور آپ کو اپنی حفظ وامان میں رکھے۔ آمین

مسلمان بچے رسالہ ہاتھوں میں ہے اس دور میں ایسا رسالہ اللہ تعالیٰ کی عنایت اور نعمت ہے کیونکہ اب تو بچوں کے رسالوں پر بہت کم کام ہو رہا ہے اور جو ہو رہا ہے وہ بھی دینی اور اصلاحی تربیت کا کما حقہ کردار ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ ماشاء اللہ مسلمان بچے اس حوالے سے اپنی اسی نہج پر قائم و دائم ہے جس پر ہمیشہ سے قائم تھا۔ اخلاقیات کے پیرائے میں دیکھا جائے تو اس جیسا رسالہ شاید واحد پاکستان کا رسالہ ہے جو غیر تصویری ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ زمانے کے بدلنے کی وجہ سے کافی مشکلات کا سامنا رہا ہو گا مگر یہ حقیقت ہے کہ مسلمان بچے کی اس روش کے ہم دلدادہ ہیں۔ حق کی ترجمانی، دین اور جہاد سے محبت وہ وصف ہیں جواب خال خال ہی نظر آتے ہیں یہی وجہ ہے کہ یہ رسالہ ہمیں سب سے ممتاز نظر آتا ہے، بہتری کی گنجائش البتہ ہر جگہ موجود ہوتی ہے۔

مسلمان بچے اکثر سوشل میڈیا پر ہی پڑھتا ہوں اور کبھی ویب سائٹ پر بھی۔ مجھ تک اس کا پہنچنا مشکل ہے کیونکہ میں مانچسٹر سے ہوں لیکن باقاعدگی سے بہر حال اس کا مطالعہ کرتا رہتا ہوں۔ تمام لکھاری بہت اچھا لکھ رہے ہیں۔ لکھاری بدلتے رہتے ہیں مگر اس کی شان برقرار ہے۔ اس کے علاوہ مستقل سلسلے بھی بہت اچھے جا رہے ہیں۔

امیر محترم حفظہ اللہ کا کالم ایک نئی تازگی بخشتا ہے اور دلوں کو زندہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی بال بال حفاظت فرمائیں۔ آمین یارب العالمین

والسلام

محمد ابو بکر عابد

☆☆☆☆☆

آپ کی پسند

مجھے زندگی میں یارب

مجھے زندگی میں یارب سرِ بندگی عطا کر
میرے دل کی بے حسی کو غمِ عاشقی عطا کر
تیرے درد کی چمک ہو تیری یاد کی کسک ہو
میرے دل کی دھڑکنوں کو نئی بے کلی عطا کر
جو تجھی سے لو لگا دے جو مجھے میرا پتہ دے
میرے عہد کی زباں میں مجھے گمراہی عطا کر
جو دلوں میں نور کر دے وہی روشنی عطا کر
میں سفر میں سو نہ جاؤں میں یہیں پہ کھو نہ جاؤں
مجھے ذوق و شوق منزل کی ہماہمی عطا کر
بڑی دور ہے ابھی تک رگ جان کی مسافت
جو دیا ہے قرب تو نے شعور بھی عطا کر
میرے قلب کو وہ فیض درِ عارفی عطا کر
مجھے زندگی میں یارب سرِ بندگی عطا کر
میرے دل کی بے حسی کو غمِ عاشقی عطا کر
بھری انجمن میں رہ کر نہ ہوں آشنا کسی سے
مجھے دوستوں کے جھرمٹ میں وہ بے کسی عطا کر
مجھے تیری جستجو ہو میرے دل میں تو ہی تو ہو
میرے قلب کو وہ فیض درِ عارفی عطا کر
مجھے زندگی میں یارب سر بندگی عطا کر
میرے دل کی بے حسی کو غم عاشقی عطا کر

(انتخاب: بنت نور الٰہی)

الٰہی محبوبِ کل جہاں کو

الٰہی محبوبِ کل جہاں کو، دل و جگر کا سلام پہنچے
نفس نفس کا درود پہنچے، نظر نظر کا سلام پہنچے
بساط عالم کی وسعتوں سے جہاں بالا کی رفعتوں سے
ملک ملک کا درود اترے بشر بشر کا سلام پہنچے
زبان فطرت ہے اس پہ ناطق ببارگاہِ نبی صادق
شجر شجر کا درود جائے حجر حجر کا سلام پہنچے
رسول رحمت کا بار احسان تمام خلقت کے دوش پر ہے
تو ایسے محسن کو بستی بستی نگر نگر کا سلام پہنچے
یہ التجا ہے کہ روز محشر گناہ گاروں پہ بھی نظر ہو
شفیع امت کو ہم غریبوں کی چشم تر کا سلام پہنچے
نفیس کی بس دعا ہے یہی، فقیر کی اب صدا ہے یہی
سودا طیبہ میں رہنے والوں کو عمر بھر کا سلام پہنچے

(انتخاب: محمد علی ابراہیم)

آگ پہ رقص کرنے کا فن

زندگی کا سفر کاٹنا ہے اگر
آگ پہ رقص کرنے کا فن سیکھ لے

جسم چاہے مرے روح پھلے پھولے
جینا چاہے تو مرنے کا فن سیکھ لے
سب کریں گے تیرے درد پر اشک بھی
سب کی آنکھوں میں ہوں گے تیرے اشک بھی
دامنوں میں سمیٹے گی دنیا تجھے
ٹوٹنے کا بکھرنے کا فن سیکھ لے
سب کے ہاتھوں میں چاہے تیرا خون ہو
تومگر ساری دنیا کا ممنون ہو
زخم جان کی مہک جائیگی دورتک
جھوم کر آہ بھرنے کا فن سیکھ لے
دوسروں سے نہیں ہے تیرا واسطہ
ترے اندر بھی ہے اک کٹھن راسطہ
حوصلے کی ضرورت ہوتجھ کو اگر
بے ضمیری سے لڑنے کا فن سیکھ لے
اک سمندرسی ہوگی تیری ذات بھی
اور گہرائی جیسے خیالات بھی
بس اک کام کر مشعلیں تھام کر
پانیوں میں اُترنے کافن سیکھ لے
آدمی نام ہے شوقِ تعمیر کا
ایک ہی رخ نہ ہو تیری تصویر کا
چاند کی دھول بن، دھول کا پھول بن
سنگ میں رنگ بھرنے کافن سیکھ لے
گونج اُٹھے گا فضاؤں میں تیرا لہو
قطرے قطرے سے ہوگا نمودار تو
مقتلوں سے گزرنے کافن سیکھ لے

(انتخاب: ہمشیرہ حافظ کلیم اللہ)

دعا

اے خدا دے تو مجھے توفیق
کروں میں عام تیرے دین کو تیرے قرآن کو
تو دینا ساتھ میرا، راہ جیسی بھی ہو کٹھن
لوگ تو کرتے ہیں باتیں یہ تو ہے ان کا کام
قدم نہ ڈگمگانے پائیں کبھی راہ سے تیری
تو رکھنا ثابت قدم
تو میری زبان کی گرہ کھول
میرے احاطہ علم میں اضافہ کر
مجھے گناہوں سے بچا، مجھے صالحہ ونیک بنا
میری تنہائیوں کو بھی کردے تو پاکیزہ یارب
بہت دیر سے اُلجھ رہی ہوں گناہوں کی دلدل میں
تو مجھے اپنی راہ دکھا
کہ ہوجاؤں تیری نگاہوں میں افضل میں
میں جو مانگوں تو عطا کرے
میرے گناہوں کو تو معاف کرے
اپنے نیک بندوں میں مجھے شمار کرے
ایسے پیدا مجھ میں اعلیٰ اوصاف کرے
جب میں مروں تو میری زبان کو کلمے سے تر رکھنا
میری قبر کو روشن رکھنااور مجھے بخشش دینا
میں واسطہ دیتی ہوں تجھے اس کا
تھے جو تیرے بھی محبوب بہت
ہیں وہ مجھے بھی عزیز بہت
تو مجھ یہ رحم فرما، معاف فرما
اور بخشش دینا یارب العالمین

(انتخاب: فواد مجید)

امن کی خیرات

تیغ لے ہاتھ میں اورامن کی خیرات نہ مانگ
اپنی غیرت کے عوض کوئی بھی سوغات نہ مانگ
تو مجاہد ہے، شریعت ہے تراطرز عمل
محفل شر سے گزرکوئی خرافات نہ مانگ
توخودی کا ہے امیں، حسن ہے خودداری کا
فقر کو اوڑھ لے، ظالم سے عنایات نہ مانگ
یہ ضمیروں کی تجارت بھی نہیں تیرا مزاج
قوم کو بیچ کے کافر سے مفادات نہ مانگ
نام ہے تیرا بہاروں کے خریداروں میں
تو خزاؤں کے بگولوں سے خراجات نہ مانگ

(انتخاب: عاتکہ خلیل)

ہلچل

جب تک یہاں انصاف کی گردن پہ چھری ہے
چاروں طرف حالات میں ہلچل ہی رہے گی
گزرے گا مؤرخ کا قلم جب بھی لہو سے
تاریخ کے صفحات میں ہلچل ہی رہے گی
قلب ونظر پہ جب نہ ہو ایمان کی بارش
ہر اک کے خیالات میں ہلچل ہی رہے گی
جب تک نہ ہو جلوہ نما آئینِ شریعت
اس پوری کائنات میں ہلچل ہی رہے گی
جب ساحل احساس سے ٹکرائیں گی آہیں
زاہد کی مناجات میں ہلچل ہی رہے گی
انسان کا ہنر جب کبھی ڈھائے گا قیامت
دنیائے موجودات میں ہلچل ہی رہے گی
ہر سانس جب اس کے لئے نیزے کی انی ہو
فنکار کے نغمات میں ہلچل ہی رہے گی
جب تک ترے مقتل میں ہیں دیدار کے جلوے
انور میرے جذبات میں ہلچل ہی رہے گی

(انتخاب: انعم جاوید)

میرا نعرہ

میرا نعرہ الجہاد والجہاد، الجہادوالجہاد
میرا نعرہ الجہاد والجہاد، الجہادوالجہاد
میں مسلمان ہوں سبق قرآن کا ہے مجھ کو یاد
علم وفن کی روشنی میں کام میرا اجتہاد
میں کہ قول وفعل میں رکھتانہیں اپنے تضاد
دشمن دین خدا سے جنگ ہے میری مراد
میرا نعرہ الجہاد والجہاد، الجہادوالجہاد
میرا نعرہ الجہاد والجہاد، الجہادوالجہاد
میں کہ راہ زندگی میں پھول بھی ہوں سنگ بھی
میں کہ خوشبو کا جزیرہ روشنی بھی رنگ بھی
زیست کے مقصد میں واقف بھی ہوں ہم آہنگ بھی
میں پئے امن وامان ہوں مبتلائے جنگ بھی
میرا نعرہ الجہاد والجہاد، الجہادوالجہاد
میرا نعرہ الجہاد و الجہاد، الجہادوالجہاد
مجھ کو ہے معلوم کیا ہے مقصد موت وحیات
دائرے میں میری نظروں کے ہے، ساری کائنات
میں سمجھتا ہوں کہ ہے یہ بزم ان کا کام ثبات
یاد ہیں بدرواحد، خندق کے مجھ کو واقعات
میرا نعرہ الجہاد والجہاد، الجہادوالجہاد
میرانعرہ الجہاد والجہاد، الجہادوالجہاد
ظلم وجبر وجود سے میں برسر پیکار ہوں

وقت میرے ساتھ ہے میں وقت کی رفتار ہوں
سنگ زاروں کے مقابل آئینہ بردار ہوں
میں مسلمان ہوں، غلام سید ابرار ہوں
میرا نعرہ الجہاد والجہاد، الجہادوالجہاد
میرانعرہ الجہاد والجہاد، الجہادوالجہاد

(انتخاب: اسماء شوکت)

شہداء کے نام

شہیدِ وطن تم کو میرا سلام
تمہی سے چمن تم کو میرا سلام
تمہی میرے دل میں ہو، میری ہو جاں
تمہی سے سلامت ہے سارا جہاں
تمہارا ہے خون اور خاک وطن
انہی دو سے قائم زمینِ چمن
وہ دشمن تھا طاقت پہ نازاں ومست
تو تم نے چکھادی تھی اس کو شکست
وطن کو ضرورت پڑی خون کی
تو تم نے بہادی ندی خون کی
زماں میں چمکتا ستارہ ہو تم
ہو حسرت کے رہبر، سہارا ہو تم

(انتخاب: بنت محمد ابراہیم)

دنیا کے حکمرانوں کے نام

اے جہاں کے حکمرانو تم نے یہ سوچا کبھی
حکمرانی کے بھی آخر ہوتے ہیں کچھ آداب
ریڈیو ٹی وی کے اب تم مالک و مختار ہو
ہیں یہ پھیلاتے فحاشی حصہ ہے اس میں تیرا
سوچا ہے؟ کہ کیا بنے گا جب پڑا دینا حساب
عدلیہ سے فیصلے کروائے اپنے ذوق کے
کیوں کیا ایسا، بتا کیا دے گا تو اس کا حساب
کیسے ریفرنڈم کرائے کیسے دلوائے تھے ووٹ
کیا بنے گا اس وقت ہونے لگا جب احتساب
احتسابی چھریوں سے کاٹے ہیں کتنوں کے گلے
اور کتنوں کے لئے کھولے گئے جیلوں کے باب
کس طرح سے مال لوٹا پھر خرچ کیسے کیا
محکموں کو کس طرح سے رہے ہو کرتے خراب
حکمرانی اچھی ہوسکتی ہے دین داری کے ساتھ
گر ہو بے دینی تو ہے دونوں جہانوں کا عذاب

(انتخاب: بنت قاسم)

بے نمازی

محشر میں ساری کیفیت کھل جائے گی
بے نمازی کی صورت بدل جائے گی
بے نمازی سے پوچھے گا جس دن خدا
تجھ کو دنیا میں کیا کچھ میرا خوف تھا
اتنا سنتے ہی حالت بدل جائے گی
بے نمازی کی صورت بدل جائے گی
بے نمازی ہمارا کہا مان لو
حق نے جو کچھ کہا اس کو سچ جان لو
آگ دوزخ کی تجھ کو نگل جائے گی
بے نمازی کی صورت بدل جائے گی
نمازی کو بھر بھر کر کوثر کے جام
اپنے ہاتھوں سے دیں گے رسول ﷺ انعام
گویا جاگیر وجنت بھی مل جائے گی
بے نمازی کی صورت بدل جائے گی

(انتخاب: بنت محمد افضل)

خوشبو سے رقم کرتا ہوں

خوشبو سے رَقم کرتا ہے گُل تیرا قصیدہ
تابندہ ستارے سَرِ دِہلیز خمیدہ
خامہ بنیں اَشجار یا اَبحار سیاہی
مرقوم نہ ہو پائیں گے اَوصافِ حمیدہ
ہر قلب کہاں فیض تری نعت کا پائے
ہر ذِہن کہاں عشق میں لِھوئے رَمیدہ
ہے علم بھی لازِم وَلے یہ ذِہن میں رَکھنا
پڑھ لکھ کے کوئی ہوتا نہیں عرش رَسیدہ
اُٹھی ہیں مدینہ کو طلب گار نگاہیں
اُمت کے ہُوئے جاتے ہیں حالات کشیدہ
آقا تری رَحمت کے سمندر پہ نظر ہے
اَعمال میں سستی ہے مگر پختہ عقیدہ
یعنی میں مدینہ کی فضاؤں میں کھڑا ہوں
حیران ہیں اَفکار تو نمناک ہے دیدہ
گُل آپ کی خاطر چنے با عرقِ ندامت
شبنم سے شرابور ہیں گُل ہائے چُنیدہ
جس کُن کی ہے تخلیق تری ذاتِ معظم
اُس کُن کے فضائل کا لکھے کون جریدہ
صد چاک ہے غفلت سے مگر تیری عِنایت
بھر سکتی ہے ہر عاصی کا دامانِ دَریدہ
اغازِ اَزَل سے اَبد آباد سَحَر تک
اَحمد سا کوئی دُوسرا دیدہ نہ شنیدہ
دامن مرا پُر کر دے ترے اَبرِ کرم سے
گلشن میں کھلیں پھول سرِ شاخِ بُریدہ
یہ کہہ کے قلم قیس مرا تتلی نے چوما
خوش بخت ہو لکھتے ہو محمد کا قصیدہ

(انتخاب ومراسلہ: محمد عبداللہ، کراچی)

مقصود شہیدؒ کی یاد میں

بن کر چراغ ظلمت شب میں جلے گا کون؟
تاریک راتوں میں اجالا کرے گا کون؟
تیغ وقلم کے کون مناظر دکھائے گا؟
بے درد حکمرانوں کے پیچھے پڑے گا کون؟
اب کون اس کی فکر کی کو آگے بڑھائے گا؟
دین ووطن کے حق میں کتابیں لکھے گا کون؟
اب کون القلم کو پلائے گا اپنا خون
اس کے قلم سے حق کی لڑائی لڑے گا کون؟
اب کون ہے جو راہ دکھائے گا زیست کی
اس قافلے کی راہ نمائی کرے گا کون؟
پیاسوں کی پیاس کون بجھائے گا اس طرح
بھوکے کو اپنی روٹی کھلانے بڑھے گا کون؟
مقصودؒ کی طرح کسی مظلوم کے لیے؟
ظالم سے، اس کے ظلم وستم سے لڑے گا کون؟
بابرؒ کے وارثوں سے محب کرے گا کون؟
اب ان سے احترام وادب سے ملے گا کون؟
نظروں سے کیا چھپا کہ دلوں میں سما گیا

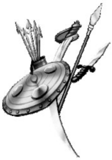

آرٹ گیلری

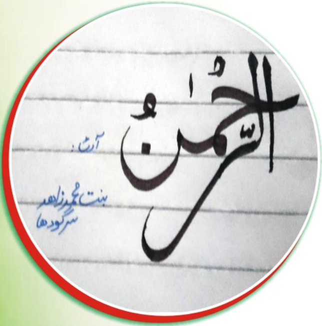

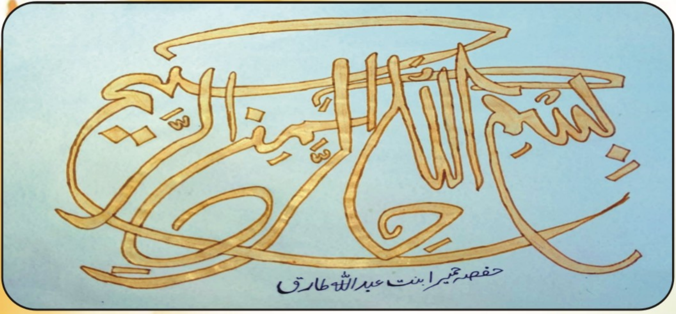
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
حفصہ حمیرا بنت عبداللہ طارق

القدس

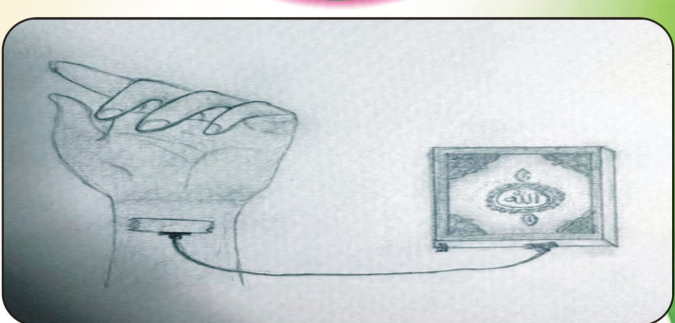

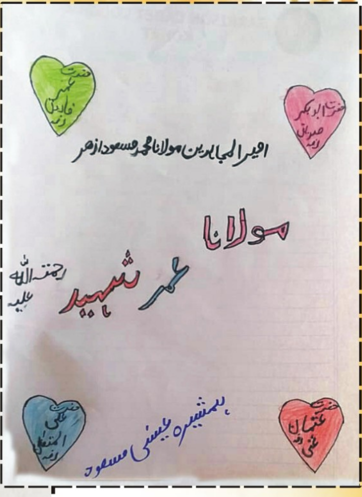
حضرت عمر فاروق رضہ
حضرت ابوبکر صدیق رضہ
امیر المجاہدین مولانا محمد مسعود ازہر
مولانا
محمد شہید
رحمۃ اللہ علیہ
حضرت علی المرتضیٰ رضہ
حضرت عثمان غنی رضہ
ہمشیرہ عیسیٰ مسعود

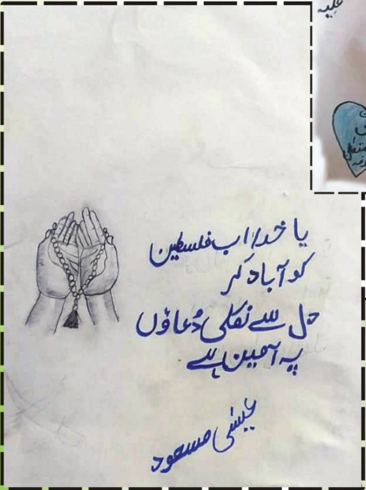
یا خدا اب فلسطین
کو آباد کر
دل سے نکلی دعاؤں
پہ آمین ہے
عیسیٰ مسعود

Coca-Cola
لوگوں! تم کوک
نہیں بلکہ مسلمان
ہیں، بھائیوں کا
خون پیتے ہو
بنت مسعود احمد

انتخاب: خدیجہ عبدالواحد

ہم بھول گئے

ذلت کے بھنور میں اُلجھے ہیں
ہم پار اُترنا بھول گئے
عزت سے جینا بھول گئے
عزت سے مرنا بھول گئے

کھیلوں میں وقت گنوا بیٹھے
شمشیر زنی نہ یاد رہی
جو کام ہمارے ذمے تھا
اس کام کو کرنا بھول گئے

اسلام نے جو بخشا ہم کو
اس علم و ہنر کے غازے سے
غیروں کو نکھارا تھا لیکن
خود آپ نکھرنا بھول گئے

ہم شیر بھی تھے شاہین بھی تھے
پر ''وہن'' ہمیں تو لے ڈوبا
ہر باطل سے ڈر جاتے ہیں
اللہ سے ڈرنا بھول گئے

قرآن ملا اور اسوہ بھی
منصب بھی خیر امت کا
اوروں کو سنواریں کیسے ہم
خود آپ سنورنا بھول گئے

مغرب کی ثقافت نے انورؔ
جیون کے جو انداز دیئے
ہر بزم سے ان کی ہو گزرے
ہم جاں سے گزرنا بھول گئے